ماہنامہ

انصار اللہ

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ نے یکم دسمبر ۱۹۰۲ء کو الوقت سیر...... فرمایا:

''صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے......''

(اخبار البدر جلد ا صفحہ ۷۔ ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۵۶۱-۵۶۲)

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

نبوت ۱۳۸۲ ہش

نومبر ۲۰۰۳ء

ہمیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خُدا ہے

کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے

یہی آئینہ خالق نُما ہے
یہی اِک جوہرِ سیفِ دُعا ہے

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"ے

یہی اِک فخرِ شانِ اولیاء ہے
بجُز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے

ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہی دارالجزاء ہے

مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(کلام حضرت اقدس علیہ السلام سے انتخاب)

ے الہامی مصرعہ

ماہنامہ
احمدی انصار کی تربیت کیلئے

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

نبوت ۱۳۸۲ ہش - نومبر ۲۰۰۳ء

جلد نمبر -------------------- ۴۴

شمارہ نمبر -------------------- ۱۱

اس شمارہ میں

--☆--☆--☆--☆--☆--

--☆--☆--☆--☆--

پبلشر: عبد المنان کوثر پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت
دفتر ماہانہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)

ڈیزائن وکمپوزنگ
صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ ---------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ ---------- دس روپے

اداریہ

یورپ کی سب سے بڑی بیت الذکر

بیتُ الفتُوح کا لندن میں افتتاح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۳/اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک بیتُ الفتُوح افتتاح کرتے ہوئے فرمایا۔

"بیوت الذکر کی اصل زینت اور رونق اخلاص سے نمازیں پڑھنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے ......اے احمدیو! اٹھو! اور دوڑو اور ان کو آباد کرو تا احمدیت کی فتح کے دن ہم جلد دیکھ سکیں۔"

لندن: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۳/اکتوبر ۲۰۰۳ء کو لندن کے نہایت اہم علاقہ میں مغربی یورپ کی سب سے بڑی بیت الذکر ''بیت الفتوح'' کا خطبہ جمعہ ارشاد فرما کر افتتاح فرمایا اس افتتاحی خطاب کا خلاصہ بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۷/اکتوبر ۲۰۰۳ء درج ذیل ہے۔

''بیت الفتوح کے کوائف بیان کرنے کے بعد حضور انور نے آداب بیوت الذکر اور ان کی آبادی کے بارہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس مضمون کی تشریح میں آپ نے آیات قرآن، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود بھی بیان فرمائے۔ بیت الفتوح مارڈن لندن سے یہ خطبۂ جمعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں ٹیلی کاسٹ کیا گیا اور متعدد زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر ہوا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ کے آغاز میں سورۃ الاعراف آیات ۳۰ تا ۳۲ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ اللہ کے فضل سے اس وقت خطبہ جمعہ کے ساتھ اس بیت الذکر جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بیت الفتوح رکھا تھا اس کا افتتاح کیا جا رہا ہے۔ خلیفہ رابعؒ نے اس کے لئے ۱۹۹۵ء میں تحریک کرتے ہوئے جماعت عالمگیر سے پانچ ملین پونڈ کی تحریک فرمائی۔ ۱۹۹۶ء میں ۲۳ء۲ ملین پونڈ سے ۵ ایکٹر رقبہ خریدا گیا۔ ۱۹/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو حضورؒ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت قدرتی طور پر جذباتی لحاظ سے ہمیں خلیفہ رابعؒ کی یاد بھی آ رہی ہے جنہوں نے اس منصوبہ کو شروع کیا تھا۔ آپ کے لئے دعائیں بھی نکل رہی ہیں اور ہمیں آپ کے لئے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ فروری ۲۰۰۱ء میں انتظامی تبدیلی کے بعد اس کی نگرانی مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر یوکے کے سپرد ہوئی اور ایک کمیٹی بنی جس کے کوآرڈینیٹر ناصر خان صاحب تھے ان کی ٹیم بالخصوص انجم عثمان صاحب نے دن رات کام کر کے اس کی تکمیل کی۔ ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے محنت کی۔ رضا کار خدام اور دنیا بھر کے احمدی جنہوں نے مالی قربانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنی رحمتوں اور فضلوں کی بارش ان پر برساتا رہے۔

بیت الفتوح کا مسقف حصہ ۳۵۰۰ مربع میٹر ہے۔ بیت الذکر میں اندازاً چار ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں جب

کہ اس کے کمپلکس میں دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کا کارپٹ امریکہ کے منور احمد صاحب نے مہیا کیا اور ان کی ٹیم نے خود بچھایا۔ اس وقت یہ مغربی یورپ کی سب سے بڑی بیت الذکر ہے جو تمام جدید سہولیات سے آراستہ ہے۔ اللہ کرے کہ یہ ہمیشہ یورپ میں دین کی خوبصورت تعلیم اور دینی نمونہ پیش کرنے والی ہو اور نیک فطرت لوگ یہاں آئیں۔ اس کو بنا دینا ہی کافی نہیں ہم جو کہ امام الزّماںؑ کو ماننے والے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اس کی آبادی کے سامان کریں اور مسلسل جدوجہد اور کوشش کے ذریعہ اللہ کے انعامات کے وارث بھی ٹھہریں اور دنیا میں بھائی چارے کے دینی پیغام کو پہنچانے والے ہوں۔ دنیا میں اخلاق حسنہ اور اعلیٰ دینی روایات کو ہم نے قائم کرنا ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ساتھ ہی یہ ہو سکتا ہے۔

بیوت الذکر کی آبادی اور ان کے آداب اور زینت کا بھی ہمیں خیال رکھنا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جس نے اللہ کا گھر بنایا خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہ ذکر الٰہی کے لئے بنائی جاتی ہیں ان میں مشاعرے کرنا، خرید و فروخت کرنا، حلقے بنا کر گفتگو اور اسلحہ کی نمائش کرنا منع ہے۔ یہ جنت کے باغ ہیں اور ذکر الٰہی اس کی خوراک ہے اور یہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہیں ہیں۔ اس کی صفائی سے اجر ملتا ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ دین میں ضعف آ گیا ہے اور اخلاق اٹھ گئے ہیں۔ اب اس سلسلہ کے ذریعہ خدا نے دین کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ کیا ہے خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہی زندگی کا مقصد ہے اس کی عبادت کرو اور اس کے بن جاؤ۔ ہماری جماعت کو بیوت الذکر کی بہت ضرورت ہے یہ جماعت کی ترقی کی بنیاد ہے۔ جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ نماز باجماعت ادا کریں تا اتفاق و اتحاد پیدا ہو۔ بیوت الذکر کی اصل زینت عمارتوں سے نہیں بلکہ نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص سے نماز پڑھتے ہیں اور نمازی ہی اصل رونق ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو توفیق دے کہ ہر بیت کی بنیاد تقویٰ اللہ پر ہو۔ اور یہ بیوت نمازیوں سے کم پڑ جائیں۔ پس اے احمدیو اٹھو! اور دوڑو اور ان کو آباد کرو تا احمدیت کی فتح کے دن ہم جلد دیکھ سکیں اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

بیت الفتوح کے بارہ میں چند اہم کوائف: ○ بیت الفتوح لندن کے پُر رونق علاقہ مارڈن میں ہے جو ریلوے اسٹیشن مارڈن اور مارڈن ساؤتھ کے درمیان معروف شاہرہ، اے۔۲۴ پر واقع ہے۔ ○ یہ زمین ۲ء۵۔ ۱ ایکٹر ہے جو ۲۳ء۲ پونڈ میں خریدی گئی ○ ''بیت الفتوح'' کا سنگ بنیاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو رکھا۔ اس موقعہ پر حضورؒ نے بیت المبارک کی اینٹ بنیاد میں نصب کی ○ بیت الفتوح میں وسیع و عریض طاہر ہال ناصر ہال اور نور ہال ہیں جب کہ اس کمپلیکس میں دفاتر، کانفرنس روم، لائبریری اور جمنیزیم بھی موجود ہیں ○ بیت الفتوح کے دو بلند مینار ۲۴ میٹر اور ساڑھے ۲۵ میٹر کے ہیں اور ۱۵ میٹر قطر کا سطح زمین سے ۲۳ میٹر اور چھت سے ۸ میٹر بلند گنبد خوبصورت اور دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ گنبد پر سٹین لیس (Stainless) کی چادر استعمال ہوئی ہے ○ بیت الفتوح کی ساری عمارات کا ٹمپریچر موسم کے مناسب حال رکھنے کا انتظام ہے۔ پانی کے گرم رکھنے اور اسے غسلخانوں اور واش بیسن تک پہنچانے کا انتظام

بھی ہے۔ ○ مردانہ حصہ میں ۶۳ اور زنانہ حصہ میں ۴۸ W.C. اور واش بیسن ہیں۔ جب کہ متعدد غسلخانے بھی ہیں
○ حسب ضرورت دینی اور جماعتی تقریبات کے لئے بھی گنجائش ہے جب کہ گیسٹ رومز میں سنگل اور فیملی رہائش کا بھی انتظام ہے۔

الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ کہ لندن جیسے عظیم شہر میں ایک وسیع مرکزِ توحید کا افتتاح عمل میں آیا۔ اس موقعہ پر ہم اپنے مقدس امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ یو۔کے۔ اور ان کی انتظامیہ، احباب جماعت احمدیہ انگلستان اور عالمگیر جماعت احمدیہ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بیت الفتوح کو محبت اور سلامتی اور حُسنِ عبادت کا گہوارا بنائے۔ آمین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اہم ارشاد: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی ''محمد'' کو انگریزی میں مخفف کر کے MOHD نہ لکھا جائے بلکہ MUHAMMAD کے SPELLINGS کے ساتھ لکھا جایا کرے۔ قبل ازیں غلطی سے MOHAMMAD کے SPELLING کے ساتھ لکھے جانے کی ہدایت کی گئی تھی (جو ماہ اگست ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی) قارئین حضور انور کے اس ارشاد کے مطابق MUHAMMAD لکھا کریں۔ (ادارہ)

محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب مربی سلسلہ احمدیہ وفات پا گئے: مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۳ء کو ۱۰ بجے شب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دیرینہ خادم محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب بعمر ۶۹ سال اپنے گھر واقع دارالنصر غربی میں ہارٹ اٹیک سے وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۷ء کو قادیان میں محترم خلیفہ صلاح الدین صاحب ابن حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب...... رفیق بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ گریجوایشن کے بعد آپ نے فاضل عربی اور (جامعہ احمدیہ سے) شاہد کی ڈگری حاصل کی۔

جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے پر آپ کی تقرری ۱۹۷۰ء میں بحیثیت مربی سلسلہ احمدیہ ہوئی۔ ۱۹۸۳ء تک سیالکوٹ، اسلام آباد، اوچ شریف، اوکاڑہ کینٹ، رحیم یار خاں اور کراچی میں خدمت سلسلہ کے فرائض انجام دیئے۔ بعد ازاں دارالضیافت میں معاون ناظر ضیافت، معاون ناظر امور عامہ اور معاون سیکرٹری مجلس کارپرداز (بہشتی مقبرہ) متعین رہے۔ اس کے علاوہ تحریک جدید میں وکالت تبشیر اور وکالت تصنیف اور دفتر ادارۃ المصنفین میں بھی خدمت دین کا موقع پایا۔ محلہ دارالیمن وسطی میں صدر بھی رہے جب کہ ان دنوں آپ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ میں بطور جنرل سیکرٹری فرائض ادا کر رہے تھے کہ اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ مرحوم بڑے خوش خلق اور ہمدرد تھے۔ آپ موصی تھے مورخہ ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۳ء کو بعد جنازہ بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ پروفیسر حامدہ صباح صاحبہ گورنمنٹ جامعہ نصرت ربوہ میں پرنسپل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس میں ارفع مقام عطا فرمائے اور آپ کے جملہ لواحقین اور پسماندگان کو صبر جمیل کو توفیق دے۔ آمین ادارہ محترم خلیفہ صباح الدین احمد صاحب کی افسوسناک وفات پر آپ کے اہل و عیال اور خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ (ادارہ)

امام الکلام

قبولیتِ دعا کی شرائط

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قبولیتِ دعا کے واسطے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے تب کسی کے واسطے دعا قبول ہوتی ہے۔

شرط اول یہ ہے کہ اتقاء ہو یعنی جس سے دعا کروائی جاوے وہ دعا کرنے والا متقی ہو۔ تقویٰ احسن واکمل طور پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا تھا۔ آپؐ میں کمالِ تقویٰ تھا۔ اُصول تقویٰ کا یہ ہے کہ انسان عبودیت کو چھوڑ کو الوہیت کے ساتھ ایسا مل جاوے۔ جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شے حائل نہ رہے .... جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ حسنہ نہیں اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی تعریف میں فرماتا ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:۳) قرآن بھی ان لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کریں۔ ابتداء میں قرآن کے دیکھنے والوں کا تقویٰ یہ ہے کہ جہالت اور حسد اور بخل سے قرآن شریف کو نہ دیکھیں بلکہ نورِ قلب کا تقویٰ ساتھ لے کر صدقِ نیت سے قرآن شریف کو پڑھیں۔

دوسری شرط قبولیت دعا کے واسطے یہ ہے کہ جس کے واسطے انسان دعا کرتا ہو اس کے لئے دل میں درد ہو۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ۔ (النمل:٦٣)

تیسری شرط یہ ہے کہ وقتِ اصفیٰ میسر آوے۔ ایسا وقت کہ بندہ اور اس کے رب میں کچھ حائل نہ ہو۔ قرآن شریف میں جو لیلۃ القدر کا ذکر آیا ہے کہ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہاں لیلۃ القدر کے تین معنی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رمضان میں ایک رات لیلۃ القدر کی ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی ایک لیلۃ القدر تھا یعنی سخت جہالت اور بے ایمانی کی تاریکی کے زمانہ میں وہ آیا جب کہ ملائکہ کا نزول ہوا۔ کیونکہ نبی دنیا میں اکیلا نہیں آتا بلکہ وہ بادشاہ ہوتا ہے اور اس کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ملائکہ کا لشکر ہوتا ہے۔ جو ملائک اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں۔ سوم۔ لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اصفیٰ ہے۔ تمام وقت یکساں نہیں ہوتے۔ بعض وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کو کہتے کہ اَرِحْنَا يَا عَائِشَةُ یعنی اے عائشہ مجھ کو راحت وخوشی پہنچا اور بعض وقت آپؐ بالکل دعا میں مصروف ہوتے۔ جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے۔

وقتے چنیں بُودے کہ بجبرئیل ومیکائیل پرداختے و دیگر وقت با حفصہ و زینب درساختے

جتنا جتنا انسان خدا کے قریب آتا ہے یہ وقت اسے زیادہ میسر آتا ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ پوری مدت دعا کی حاصل ہو یہاں تک کہ خواب یا وحی سے اللہ تعالیٰ خبر دے۔ محبت و اخلاص والے کو جلدی نہیں چاہیے بلکہ صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے۔'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۵۳۵ تا ۵۳۷ جدید ایڈیشن)

کلام الامام

رمضان اور قبولیت دعا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود......رمضان اور قبولیت دعا کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''......دعا کے لئے بھی وقت مقرر ہیں۔ ان وقتوں میں کی ہوئی دعا بھی بہت بڑے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِتَّقُوْا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ۔ مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ جب وہ ہر طرف مصائب ہی مصائب دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں پاتا تو اس کی تمام تر توجہ خدا تعالیٰ کی طرف پھر جاتی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے آگے گر پڑتا ہے اور اس وقت وہ جو بھی دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے کیونکہ دعا کے قبول ہونے کے سامانوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا سامان یہ بھی ہے کہ انسان کی ساری توجہ ہر طرف سے ہٹ کر خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہو جائے۔ چونکہ مظلوم کی یہی حالت ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہ ایک موقعہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اس طرح دُعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں۔ لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حد بندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنہیں وہی انسان محسوس کر سکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو۔ مگر دعا کی قبولیت کا ایک اور وقت بھی ہے جس کے معلوم کرنے کے لئے باریک قلبی کیفیات سے واقف ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ وقت رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ آیت خدا تعالیٰ نے روزوں کے ساتھ بیان کی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کا روزوں سے بہت گہرا تعلق ہے اور اس کے روزوں کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہی ہے کہ جس طرح مظلوم کی ساری توجہ محدود ہو کر ایک ہی طرف یعنی خدا تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اسی طرح ماہ رمضان میں مسلمانوں کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی پھیلی ہوئی چیز محدود ہو جائے تو اس کا زور بہت بڑھ جاتا ہے جیسے دریا کا پاٹ جہاں تنگ ہوتا ہے وہاں پانی کا بڑا زور ہوتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا باعث بن جاتے ہیں............اس وقت مومنوں کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان کی دعا قبول نہ ہو۔ درد اور کرب کی حالت کی دعا ضرور سنی جاتی ہے جیسے یونسؑ کی قوم کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھک گئے تھے۔

پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قَرِیْبٌ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا۔ جب بندہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ اب وہ خدا تعالیٰ کا در چھوڑ کر اور کہیں نہیں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اور اِنِّیْ قَرِیْبٌ کی آواز خود اس کے کانوں میں بھی آنے لگتی ہے جس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور جب کوئی بندہ اس مقام تک پہنچ جائے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس نے خدا کو پا لیا۔

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۸-۴۰۹)

عربی منظوم کلام

وَاِنَّ اِمَامِیْ سَیِّدُ الرُّسُلِ اَحْمَدٌ رَضِیْنَاہُ مَتْبُوْعًا وَّ رَبِّیْ یَنْظُرُ

یقیناً میرا پیشوا تو رسولوں کا سردار احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہم نے اس کو متبوع کے طور پر پسند کرلیا ہے اور میرا رب دیکھ رہا ہے۔

وَلَا شَکَّ اَنَّ مُحَمَّدًا شَمْسُ الْھُدٰی اِلَیْہِ رَغِبْنَا مُؤْمِنِیْنَ فَنَشْکُرُ

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں ہم نے اس پر ایمان لاتے ہوئے رغبت کی پس ہم شکر کرتے ہیں

لَہٗ دَرَجَاتٌ فَوْقَ کُلِّ مَدَارِجٍ لَہٗ لَمَعَاتٌ لَایُلَیْھَا تَصَوُّرُ

آپ کے درجات تمام درجات سے بلند تر ہیں۔ آپ کی ایسی تجلیات ہیں کہ وہ تصور میں نہیں آسکتیں

اَبَعْدَ نَبِیِّ اللّٰہِ شَیْءٌ یُرُوْقُنِیْ اَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَجْہٌ مُّنَوَّرُ

کیا اللہ کے نبیؐ کے بعد کوئی چیز مجھے اچھی لگ سکتی ہے کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور منور چہرہ بھی ہے؟

عَلَیْکَ سَلَامُ اللّٰہِ یَا مَرْجِعَ الْوَرٰی لِکُلِّ ظَلَامٍ نُوْرُ وَجْھِکَ نَیِّرُ

تجھ پر اللہ کا سلام ہے اے مرجع خلائق ہر تاریکی کے لئے تیرے چہرے کا نور ایک آفتاب ہے

وَیَحْمَدُکَ اللّٰہُ الْوَحِیْدُ وَجُنْدُہٗ وَیُثْنِیْ عَلَیْکَ الصُّبْحُ اِذْ ھُوَ یَجْشُرُ

اور خدائے یکتا تیری تعریف کرتا ہے اور اس کا لشکر بھی۔ نیز صبح بھی تیری تعریف کرتی ہے جب وہ طلوع ہوتی ہے۔

مَدَحْتُ اِمَامَ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّہٗ لَاَرْفَعُ مِنْ مُّدْحِیْ وَاَعْلٰی وَاَکْبَرُ

میں نے انبیاء کے امام کی مدح کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ میری مدح سے بالا اور اعلیٰ اور اکبر ہے

وَصَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا اَیُّھَا الْوَرٰی وَذَرُوْا لَہٗ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُوْجَرُوْا

اور اے تمام لوگو! اس پر درود و سلام بھیجو اور اس کی خاطر جھگڑے کی راہیں چھوڑ دو کہ اجر پاؤ

(حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۳۳۱-۳۳۲)

فارسی منظوم کلام

ہماں زِ نوعِ بشر کامل از خدا باشد — کہ با نشانِ نمایاں خدانما باشد

انسانوں میں وہی خدا کی طرف سے کامل ہوتا ہے جو روشن نشانوں کے ساتھ خدانما ہوتا ہے۔

بتابد از رُخِ اُو نورِ عشق و صدق و وفا — ز خُلقِ اُو کرم و غربت و حیا باشد

اُس کے چہرہ سے عشق اور صدق وفا کا نور چمکتا ہے کرم، انکسار اور حیا اس کے اخلاق ہوتے ہیں

صفاتِ اُو ہمہ ظلِّ صفاتِ حق باشند — ہم استقامتِ اُو ہمچو انبیاءؑ باشد

اس کی ساری صفات خدا کی صفات کا پرتو ہوتی ہیں اور اس کی استقامت بھی انبیاء کی استقامت کی مانند ہوتی ہے

رواں بچشمۂ اُو بحرِ سرمدی باشد — عیاں در آئینہ‌اش رُوئے کبریا باشد

اس کے سرچشمہ سے ابدی فیضان کا سمندر جاری ہوتا ہے اور اس کے آئینہ میں خداوند کبریا کا چہرہ نظر آتا ہے

زِ مہرِ یارِ ازل بر رُخش ببارد نور — زشانِ حضرتِ اعلیٰ در و ضیا باشد

اُس یارِ ازلی کی محبت کا نور اس کے چہرہ پر برستا ہے اور اس عالی جناب کی شان وشوکت کی اس میں چمک ہوتی ہے۔

کشوفِ اہلِ کشوف از برائے اُو باشند — ہم از نجوم پئے مقدمش صدا باشد

اہل کشوف کے کشف اس کی خاطر ہوتے ہیں اور ستاروں (علم نجوم) سے بھی اس کی تشریف آوری کی آواز آتی ہے

غرض مقامِ ولایت نشانہا دارد — نہ ہر کہ دلق بپوشد زِ اولیاء باشد

غرض ولایت کا مقام بہت سے نشان رکھتا ہے۔ یہ نہیں کہ جو بھی خرقہ پہن لے وہ اولیاء اللہ میں سے ہو جائے۔

کلید ایں ہمہ دولت محبت است و وفا — خوشا کسے کہ چنیں دولتش عطا باشد

اس ساری دولت کی کنجی محبت اور وفا ہے، خوش قسمت ہے وہ جسے ایسی دولت مل جائے

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

ہزار مہینوں کی ایک رات

مغرب سے لے کر فجر تک سلام و رحمت کا نزول

رقم فرمودہ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد نور اللہ مرقدہ

چند دنوں میں رمضان مبارک کا آخری عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ اسی عشرہ میں وہ مبارک رات آتی ہے جس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ:۔

"اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ۔ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ۔ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ۔ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ‌ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ سَلٰمٌ۔ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ"

یعنی ہم نے قرآنی شریعت کو ایک عظیم الشان رات کے زمانہ میں اتارا ہے اور اے مخاطب! تو کیا جانے کہ یہ رات کتنی برکات اور کتنے فضائل کی حامل ہے یہ رات تو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے اس میں خدا کے فرشتے خدا کے اذن سے اس کے پاک کلام کے ساتھ ہر ضروری امر کو لے کر زمین پر اُترتے ہیں اور پھر غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک سلام و رحمت کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے۔

ان لطیف آیات کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کا زمانہ گویا روحانی لحاظ سے ایک تاریک ترین رات کے مشابہ تھا جب کہ ظہر الفساد فی البرّ والبحر کے مطابق ہر آسمانی روشنی مدھم پڑتے پڑتے بالآخر بجھ چکی تھی۔ اور چاروں طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ حتّٰی کہ وہ وقت آیا کہ آپ کے بے مثل روحانی سورج نے افق مشرق سے طلوع ہو کر اس رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں بدل دیا اور پھر خدائے اسلام نے قیامت تک کے لیے یہ مقدر کیا کہ ہزار مہینے کے بعد (جو کچھ اوپر تراسی سال کا زمانہ بنتا ہے) ایک مجدد مبعوث ہو کر گزرے ہوئے زمانہ کی کدورتوں کو دھو کر دین کو ازسرِنو پاک و صاف کر دیا کرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت بھی اسی لیلۃ القدر میں ہوئی تھی۔

لیکن ان آیات کے ایک ظاہری معنی بھی ہیں جو معروف لیلۃ القدر سے تعلق رکھتے ہیں جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

"تحروالیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان" یعنی اے مسلمانو! رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں لیلۃ القدر کو تلاش کر کے اس کی برکات سے فائدہ اٹھایا کرو۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "من کان متحرّیھا فلیتحرّ ھا فی السبع الاواخر۔"

یعنی جس شخص کو لیلۃ القدر کی برکات کی تمنا ہو اسے چاہئیے کہ اسے رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

اور ایک تیسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ "التمسوھا فی التاسعة والسابعة والخامسة۔"

یعنی لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں انتیسویں اور ستائیسویں اور پچیسویں رات میں تلاش کرو۔

ان احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ گو خدا تعالیٰ کی ازلی حکمت نے (اور اس حکمت کا مقصد ظاہر ہے کہ ..... کم از کم چند راتیں تو تلاش میں گزاریں اور کسی ایک رات پر تکیہ نہ کر بیٹھیں) لیلۃ القدر کو معین صورت میں تو ظاہر نہیں فرمایا۔ لیکن یہ بات ضرور معین فرما دی ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ کی وتر راتوں میں سے کوئی نہ کوئی رات ہوتی ہے۔ وتر کی یعنی طاق رات کی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ وترٌ ویحب الوتر کے اصول کے مطابق ہمارا خدا وتر ہے اور وہ وتر کو پسند کرتا ہے اور آخری عشرہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ رمضان کے دو ابتدائی عشرے مخصوص عبادت اور ذکر الٰہی میں گزارنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص روحانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ انتہا درجہ کی مناسبت رکھتی ہے اسی لئے حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ:

"اذا دخل العشر شدّ مئزرہ واحیا لیلة وَایقظ اھله۔"

یعنی جب آخری عشرہ آتا تھا تو آپؐ کمر کس لیتے تھے (جس شخص کی کمر کبھی بھی ڈھیلی نہ ہوئی ہو اس کے متعلق کمر کے کسنے کی شان کا خود قیاس کر لو) اور اپنی رات کو (جو ویسے بھی ہمیشہ زندہ رہتی تھی) اپنی مخصوص عبادات کے ذریعہ غیر معمولی زندگی سے معمور کر دیتے تھے اور اپنے اہل کو بھی رات کی خاص عبادت کے لئے جگاتے تھے۔

پس اب جب کہ رمضان کا آخری عشرہ قریب آ رہا ہے جو گویا رمضان کی کوہان یعنی اس کی بلند ترین چوٹی ہے (اور یہی اعتکاف کے دن بھی ہیں) میں دوستوں کی خدمت میں ایک بار پھر یہ تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اس عشرہ کے لئے اپنی کمریں کس لیں اور اپنی مُردہ راتوں کو زندہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور اپنے اپنے گھروں میں اپنے اہل و عیال کو بھی نوافل اور ذکر الٰہی اور دعاؤں کے واسطے جگائیں تاکہ سارا گھر رمضان کی برکت سے معمور ہو جائے۔ اور غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک خدائی سلام و رحمت کا نزول ہو کر ان کے دلوں کو منور کر دے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئیے کہ جسمانی بارش کی طرح آسمان سے اترنے والی روحانی بارش بھی ہر زمین کو یکساں سیراب کرتی ہے کیونکہ بعض باتوں میں مشابہت رکھنے کے باوجود دونوں بارشوں میں یہ اصولی فرق ہے کہ جہاں زمینی بارش ہر اچھی اور بری زمین پر یکساں نازل ہوتی ہے وہاں آسمانی بارش کا نزول صرف نیک دلوں کے ساتھ مخصوص ہے اور غافل اور گندے اور بدفطرت انسانوں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور ایک رات تو درکنار ہزار لیلۃ القدر کا ظہور بھی انہیں بدستور تاریکیوں میں مبتلاء چھوڑ کر آگے گزر جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید خود فرماتا ہے کہ "والذی خبث لایخرج الا نکدا"۔ یعنی جس شخص کے دل کی زمین گندی ہو گئی ہے وہ روحانی بارش کے باوجود گندی فصل اگانے کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ پس ضروری ہے کہ خدا سے ڈرتے ہوئے اور اپنے

دلوں میں تقویٰ پیدا کرتے ہوئے نیک نیت کے ساتھ اس عشرہ میں قدم رکھو۔

یہ سوال کہ لیلۃ القدر کی ظاہری علامت کیا ہے ایک مشکل سوال ہے کیونکہ حق یہ ہے کہ لیلۃ القدر کی کوئی ایسی ظاہری علامت نہیں ہے جسے قطعی قرار دیا جا سکے۔ بعض حدیثوں میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لیلۃ القدر کے دوران میں بادل آ کر کچھ ترشح ہوا تھا لیکن یہ علامت مستقل اور دائمی علامت نہیں ہے بلکہ غالباً اس سال کے ساتھ مخصوص تھی گو بعید نہیں کہ کسی اور سال میں بھی اس قسم کی ظاہری علامت پیدا ہو جائے۔ کیونکہ خدا کے مادی اور روحانی نظاموں میں ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے لیکن لیلۃ القدر کی اصل علامت قلبِ مومن کے روحانی احساس سے تعلق رکھتی ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ جب لیلۃ القدر کا ظہور ہوتا ہے تو دعا کرنے والا مومن ایک طرف تو آسمان سے انتشارِ روحانیت کا خاص نزول محسوس کرتا ہے جو نہ صرف اس کے دل و دماغ کو منور کر دیتا ہے۔ بلکہ اس کا ماحول بھی آسمانی نور سے جگمگا اٹھتا ہے اور دوسری طرف اُس کی دعا اور مناجات میں ایک خاص رنگ کی کیفیت اور پاکیزگی اور بلندی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا اس کی دعا کو غیر معمولی پر لگ گئے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ آسمان کی طرف اُڑ اُڑ کر پہنچ رہی ہے اور بعض اوقات بعض کشفی نظارے بھی نظر آ جاتے ہیں اور دل پکار اٹھتا ہے کہ یہ ایک خاص گھڑی ہے۔ یعنی بقول شخصے :

کرشمۂ دامنِ دل میکشد کہ جا ایں جا است

لیلۃ القدر کے تعلق میں آخری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کو لیلۃ القدر میسر آ جائے تو وہ کیا دعا مانگے؟ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس تعلق میں ہماری جماعت کے بعض علماء بھی غلطی خوردہ ہیں۔ کیونکہ وہ ایک حدیث کا غلط مفہوم سمجھنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی دعاؤں کو ایک نہایت تنگ دائرہ کے اندر محدود کر دیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دعا کرو کہ:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی"۔ یعنی اے میرے خدا تو بے حد معاف کرنے والا آقا ہے اور اپنے بندوں کو معاف کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے پس میرے گناہ بھی معاف فرما۔

اس حدیث سے بعض لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے لئے صرف اسی دعا پر حصر فرمایا ہے جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے حالانکہ گو یہ دعا بہت عمدہ دعا ہے اور عفو کا مقام عام مغفرت سے یقیناً زیادہ بلند ہے۔ کیونکہ جہاں مغفرت کے معنی صرف بخشنے اور پردہ پوشی کرنے کے ہوتے ہیں۔ وہاں عفو کے معنے گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں کالعدم کر دینے اور دعا کرنے والے کو ان کے بداثرات سے کلی طور پر محفوظ کر دینے کے ہیں۔ اور یقیناً مؤخر الذکر مفہوم مقدم الذکر مفہوم سے زیادہ ارفع اور زیادہ اکمل ہے لیکن بہر حال یہ دعا ایک منفی قسم کی انفرادی دعا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ سمجھنا کہ آپؐ نے لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان گھڑی کے متعلق اس قسم کی محدود اور منفی

اور انفرادی دعا پر حصر کیا ہوگا۔ کسی طرح درست نہیں۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ بعض اوقات مخاطب کے وقتی حالات کے مطابق ایک وقتی ہدایت فرما دیتے تھے۔لیکن آپ کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ کہ ہر شخص ہر حال میں صرف اسی ہدایت کا پابند رہے اور اس سے آگے قدم نہ اٹھائے۔ خوب سوچو کہ دینے والی خدا جیسی دیالو ہستی جس کے انعام و اکرام اور فضل و رحمت اور جود وسخا کی کوئی حد نہیں اور گھڑی لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان جسے خدا نے تراسی سال (یعنی عام حالات میں لمبی سے لمبی انسانی عمر) سے بھی بہتر اور مجسم سلامتی قرار دیا ہے اور پھر دعا صرف یہ کہ میرے ذاتی گناہ معاف ہو جائیں۔ اور بس!! یہ نظریہ نہ تو خدا کے شایانِ شان ہے اور نہ رسولؐ کے مقام تلقین وتعلیم سے کوئی مناسبت رکھتا ہے اور نہ ہی لیلۃ القدر جیسی مبارک گھڑی کے ساتھ اس کا کوئی خاص جوڑ ہے۔

پس ہمارے جن خوش قسمت دوستوں کو لیلۃ القدر میسو آئے انہیں چاہئے کہ بے شک یہ دعا بھی مانگیں جس کا اوپر کی حدیث میں ذکر ہے، کیونکہ یہ ہمارے آقا کا مقدس کلام ہے اور برکتوں سے معمور۔ لیکن اپنی دعاؤں کو اس حد تک ہرگز محدود نہ رکھیں۔ بلکہ ہر قسم کی جماعتی اور قومی اور خاندانی اور انفرادی اور پھر منفی اور مثبت دعاؤں سے اپنے دامن کو اتنا بھر لیں۔ کہ بے شک ان کا دامن پھٹنے کے قریب پہنچ جائے مگر دعا کا دامن تنگ نہ ہونے پائے۔ یہ درست ہے کہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ ایک ہی وقت میں بہت سی دعائیں کریں تو انتشار کی صورت پیدا ہو کر توجہ کا مرکز اکھڑ جاتا ہے لیکن کم از کم یہ تو ہو، کہ جماعت اور قومی دعاؤں کو نہ بھولا جائے۔ .... احمدیت کی ترقی کے لئے خاص دعائیں کی جائیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود بھیجا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک مقاصد کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ جماعت کے مبلغین اور مرکزی کارکنوں کے لئے دعا کی جائے .... کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کے مطابق مقبول خدمت کی توفیق دے، اور انہیں جماعت کے لئے فتنہ کا باعث نہ بنائے۔ قادیان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔ اور پھر اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں کے لئے بھی دینی اور اور دنیوی دعا مانگی جائے۔ جب خدائی رحمت کی کوئی حد بست نہیں تو ہم اپنے دامن کو کیوں تنگ کریں؟ مگر بہر حال اس الٰہی ارشاد کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ جو دعا کی قبولیت کے لئے گویا ایک بنیادی پتھر ہے کہ: ''اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ۔'' یعنی میں دعا کرنے والے کی دعا کو ضرور سنتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ میرے بندے بھی میرا حکم مانیں اور مجھ پر سچا ایمان لائیں۔

خدا کرے کہ ہم اس معیار پر پورے اتریں اور خدا کرے کہ ہمارے دلوں میں دعا کے وقت وہ کیفیت پیدا ہو جو خدا کی رحمت کو کھینچا کرتی ہے اور رمضان کا اختتام ہمیں ایک بدلی ہوئی قوم پائے۔ جو خدا کی سچی پرستار اور اس کے رسولؐ کی سچی عاشق اور اس کے مسیحؑ کی سچی خادم ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین.........''

(روزنامہ الفضل ۹ را پریل ۱۹۵۸ء)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

روزہ کی پُر حکمت عبادت

محبتِ الٰہی اور انسانیت سے ہمدردی

(ایڈیٹر)

انسانی تخلیق کا عظیم مقصد محبتِ الٰہی اور انسانیت سے سچی ہمدردی ہے۔ اور مذہب بھی اسی محبت و ہمدردی کے سفر کا نام ہے۔ جس میں عبادات و حقوق اللہ کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے محبت ہو اور صفات باری تعالیٰ کا انسان کی عملی زندگی میں ظہور ہو۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطہر حیات میں ایسی ہی انتہا درجہ کی محبت نظر آتی ہے جو آپ کو خالق اور اس کی مخلوق سے تھی اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آپ کا مقام عبودیت نہایت اعلیٰ اور ارفع تھا جو انسانیت کے لئے سراپا محبت ٹھہرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ رسولؐ خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا اور قرب کے تمام مقامات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا اور بشریت کے پاک لوازم بھی بنی نوع کی ہمدردی سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا......'' (ریویو آف ریلیجنز اردو جلد اول صفحہ ۱۷۵ تا ۱۸۷)

قرآن کریم نے روزہ کا حکم دے کر اپنے بندہ کو اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت کا ذریعہ عطا فرمایا ہے۔ روزہ کے ساتھ اس کے لوازمات ذکر الٰہی، نماز، دعا اور صدقہ و خیرات بھی ہیں جس سے یہ دو طرفہ محبت انتہائی اعلیٰ مقام حاصل کرتی ہے۔ اگر ایک طرف الٰہی رضا و لقا حاصل ہوتی ہے تو دوسری طرف انسانیت سے ہمدردی اور محبت کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں اور درحقیقت یہ نیکیاں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہیں کہ مقام عبودیت پر قدم رکھنے والا ان دونوں محبتوں کی انتہاء کو پالیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں یہی حکمت نظر آتی ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ۔ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَہٗ اِلَّا الصِّیَامَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ وَالصَّیَامُ جُنَّۃٌ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْکِ۔ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُھُمَا۔ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِیَ رَبَّہٗ فَرِحَ بِصَوْمِہٖ۔''

(بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم ازا شتم)

یعنی اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔ انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں سوائے روزہ کے جو کہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا یعنی اس کی نیکی کے بدلہ میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ ڈھال ہے (شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ رکھتا ہے) پس جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بے ہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے، اگر کوئی اس سے گالی گلوچ ہو یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کی منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے کیونکہ اس (روزہ دار) نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت ہے آپ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔"

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدعْ قول الزور والعمل به)

یعنی جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے کو نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں یعنی اس کا روزہ رکھنا بے کار ہے۔

(۳) اسی طرح ایک حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِذَاجَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ۔"

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان او شهر رمضان)

یعنی جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور آگ (دوزخ) کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑے جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تجزیہ: مذکورہ احادیث بڑی جامع ہیں اور بڑا گہرا مضمون رکھتی ہیں۔ ان میں نیکیوں کے محرکات کا ذکر ہے ہر اس امر کو بیان کر دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی لقاء دنیوی خواہشات سے بے رغبتی اور امن و سکینت کے حصول کے لئے ممکن ہے۔ نیک اعمال اور ان کے اجر کے حصول کی اس قدر تڑپ اور جوش ہے کہ صبر و تحمل اور ہر دکھ اور تکلیف وہ امر کو برداشت کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر یہ بھی بتا دیا گیا کہ انسان کے اندر سے اٹھنے والی منفی تحریکات اور شیطانی وساوس اور ترغیبات کو وہ نہ چھوڑے گا تو پھر روزہ کا مقصد ختم ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ کو ایسے روزہ دار کی ضرورت نہیں جب روزہ دار کی حیثیت سے ایک خاص وقت تک کے لئے حلال اور جائز کاموں سے بھی رکنا

صوم کہلاتا ہے تو پھر وہ منہیات اور حرام کاموں کو کیوں اختیار کرے گا - یہ تو وہ مبارک مہینہ ہے کہ جب اسے اس قدر نیکیاں بجالانے کی توفیق مل رہی ہے کہ گویا اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور آگ تک پہنچانے کے تمام ذرائع مفقود ہو گئے تو پھر کیوں آگ کی طرف جانے پر مائل ہوگا ہے اور اندر کے شیطان کو آزاد کرے گا -

پھر ان احادیث میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ روزہ دار کے لئے بظاہر یہ بات پریشان کن ہوگی کہ ظاہری خورد ونوش سے اس کا منہ رُکا رہا مگر جو عبادات کے نتیجہ میں ظاہری صفائی کے ساتھ باطنی صفائی یعنی اچھی قیل وقال ذکر الٰہی اور درود دعا کے نتیجہ میں اسے اخلاقی اور روحانی تغیر نصیب ہوا وہ فی الواقع "کَرِیحِ الْمِسْکِ" یعنی کستوری کی خوشبو کی مانند ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لئے خوشگوار ہوتی ہے -

ایک اور تجزیہ طلب امر ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے اس کے حکم سے کھاتا پیتا ہے تو ایک وقت رضائے الٰہی کے لئے کامیابی سے گزارنے پر یقیناً خوش ہوتا ہے - اور پھر جب خدا تعالیٰ اس کے لئے اجر کے طور پر فرماتا ہے "لَقِیَ رَبَّهٗ" کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے تو گویا اس کی چشم بصیرت اپنے محبوبِ حقیقی کو پالیتی ہے - یہی اس کی خوش نصیبی ہے -

روزہ کے بارہ میں اور بعض حدیثوں میں بھی ایسے ہی معارف ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ روزہ کی عبادت کے نتیجہ میں خالق کی محبت ولقا کی منزل ملتی ہے تو اس سے آگے اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہم رنگ ہو کر اللہ کے بندے بنی نوع انسان اور مخلوق خدا کی محبت کی محویت اختیار کر جاتے ہیں -

اور جب اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار ایسے عباد الرحمٰن کا واسطہ بنی نوع انسان سے پڑتا ہے تو وہ ان کے لئے بھی سراپا محبت ہو جاتے ہیں اور یہی ہے وہ پاکیزہ نمونہ اس انسان کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) کا - جس کی پاکیزہ تعلیمات کے شیریں ثمرات ہمیں نظر آتے ہیں -

بنی نوع انسان سے محبت: رمضان المبارک کی آمد سے جب جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو واضح ہے کہ ہر انسان محفوظ و مامون ہو جاتا ہے - اور اس طرح مخلوق خدا کا بالواسطہ ہمدردی اور محبت سے فائدہ اٹھانا واضح ہے چنانچہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عبادت کے ذریعہ انسانیت کو امن کے حصار میں داخل کر دیا -

- روزہ کی عبادت سے روزہ دار کی بھوک اور پیاس سے اُسے لوگوں کی غربت مفلسی اور محرومی کا احساس ہوتا ہے اور اسے ایسی نیکیاں بجالانے کی توفیق ملتی ہے جس سے ضرورتمندوں اور محروموں کا دکھ درد دُور ہو - چنانچہ اسی غرض سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں زیادہ صدقہ وخیرات کی تعلیم دی -
- اگر کوئی شخص خود روزہ نہیں رکھ سکتا تو اسے فدیہ دینے کی تلقین کی گئی - جو درحقیقت ضرورت مند افراد کی بھوک اور

افلاس کو دور کرنے کا موجب ہے- اور یہ بھی ایک طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنی نوع انسان سے محبت کا اظہار ہے-

- روزہ توڑنے کی صورت میں بھی کفارہ کی ایک صورت ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے- اس سے بھی اس بھوک و افلاس کا ازالہ ہوتا ہے جو ایک طبقہ کو درپیش ہے اور یہ بھوک اور افلاس دور کرنا بھی نوع انسان کی ہمدردی کا موجب ہے-

- روزہ کا افطار کروانا موجب ثواب قرار دیا گیا جب کہ ماہ رمضان میں (عید الفطر سے قبل) فطرانہ بصورت غلہ یا رقم غرباء اور ضرورتمندوں کو دینا لازمی قرار دیا گیا ہے- اس میں بھی وہ روح اور جذبہ نظر آتا ہے کہ بنی نوع انسان سے ہمدردی کا سلوک ہو-

یہ وہ تعلیمات ہیں جس سے بنی نوع انسان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمدردی اور محبت ظاہری ہوتی ہے جب کہ دوسری طرف ان حقوق اللہ کا پورا کرنا محبت الٰہی کا موجب ہے اور انسان سے تعلق کے باعث یہ عبادت اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا موجب بھی ہے-

آنحضرتؐ کی عبادت روزہ میں ہمدردی کا ایک نمایاں پہلو: روزہ کے بارہ میں جو بھی تعلیمات بیان کی گئی ہیں اس کا بہترین نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نظر آتا ہے- آپؐ کے روزے آپؐ کے عشق کا پرتو ہیں جو آپؐ کو اپنے خالق اور انسان کے ساتھ ہے- ہلال رمضان دیکھنے سے ہی آپؐ کی عجیب کیفیت ہوتی، آپؐ سراپا جود وسخا بن جاتے- صبح وشام ہر لحہ ہر لحظہ ذکر الٰہی تسبیح وتحمید، عبادات کے لئے خود اور اپنے تمام اقربا اور صحابہؓ کو تیار کرتے- جب روزہ رکھتے تو ایک عاشق صادق کی طرح دعاؤں اور ذکر الٰہی سے ابتداء کرتے آپؐ کی جود وسخا کی بھی عجیب کیفیت تھی- حدیث میں آتا ہے-

"کَانَ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ" (بخاری کتاب الصوم باب ما اجود مایکون)

یعنی آپ خدا تعالیٰ کی محبت میں اس کی مخلوق کے لئے ایسے سخی تھے جیسے (رحمت کی) ہوا مسلسل چلتی ہے- "اَلرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ" سے آپ کے اسوۂ حسنہ کی بڑی خوبصورت تصویر پیش کی گئی ہے- رحمت کی ہوا اور اس کا مسلسل ہونا اس بارانِ رحمت کی خوشخبری ہوتی ہے جس کے برسنے سے ہر کہیں شادابی وہریالی ہو جاتی ہے اور اجسام وارواح پر بھی خوشگوار اثرات ظاہر ہوتے ہیں- یہ بارانِ رحمت کسی امتیاز کے بغیر ہر چھوٹے بڑے امیر وغریب، ہر نوع مخلوق، حیوانات ونباتات کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے-

یہ ہے ماہِ صیام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات اور صدقات وخیرات کا پاکیزہ نمونہ خالق ومخلوق کی اس انتہائی محبت کا ثبوت ہے اور جس کا اثر کائنات کی وسعتوں پر حاوی ہے-

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بیتُ الفتُوح

تجھ سے ہے ہماری آبرو - تیری خوشبو چار سُو
دنیائے تثلیث میں - مرکزِ توحید تُو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

تو چشمۂ فیضِ خدا - ہو رحمت باری سدا
ہرآں ملائک کا اتار - ہے یہ دعا اور آرزو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

دیوار و در جاذب نظر - محراب تیری خوب تر
اُونچا ہے مینارہ تیرا - تیرا گنبد خوب رو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

دی جب مؤذن نے اذان - گونجے زمین و آسماں
لَا اِلٰہ کا سماں - جس چرچا گو بہ گو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

مدرسۂ عرفاں و دیں - تسکینِ قلبِ مخلصیں
تو سجدہ گاہ مومنیں - تیرے نمازی پاک خُو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

''طاہر'' کی رُوحِ جاوداں - ذرّے ذرّے سے عیاں
اے کاش - گر ہوتے یہاں - خود دیکھتے تکمیلِ تُو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

جذبات سے بھرپُور آج - ہر احمدی مسرُور آج
ذکرِ خدا میں چُور آج - ہے زیرِلب اللہ ھُو
بیتُ الفتُوح - بیتُ الفتُوح

جاری یہ مے خانہ رہے - دائم یہ کاشانہ رہے
آباد یہ خانہ رہے - منصُور کی ہے آرزو
بیتُ الفتُوح بیتُ الفتُوح

منصور احمد (بی آئی) لندن

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......کا ایک بہائی عورت سے مکالمہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے ۸؍اپریل ۱۹۳۴ء کو جلسہ عام بمقام لائل پور (فیصل آباد) شہر میں ایک پُر معارف تقریر فرمائی۔ جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے دلائل پر مشتمل ہے۔ اس تقریر دلپذیر کا ایک اقتباس قارئین کرام کی نذر ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں:

''......میرے پاس ایک دفعہ ایک جماعت بہائیوں کی آئی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بہاء اللہ نئی شریعت لائے تھے۔ ان سے گفتگو ہوتی رہی میں نے کہا کہ میں ایک بات پیش کرتا ہوں۔ دنیا کو ضرورت تھی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اسے پورا کیا اور آپ کی آمد سے دنیا کی ضرورتیں پوری ہوگئیں۔ اب آپ لوگ کہتے ہیں۔ بہاء اللہ آئے اور نئی شریعت لائے۔ لیکن تم کوئی ایسا مسئلہ بتاؤ جس کی دنیا کو ضرورت ہو۔ مگر وہ قرآن کریم میں نہ ہو۔ میں یہ بات ہمیشہ بہائیوں کے سامنے پیش کرتا رہا ہوں۔ مگر آج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میرے سفر انگلستان کے دوران میں ایک مشہور بنکر کی، جو ہانگ کانگ میں کام کرتا ہے بیوی مجھ سے ملنے آئی۔ وہ بہائی ہے اس کے سامنے یہ بات جب میں نے پیش کی تو وہ کہنے لگی۔ میں بتاتی ہوں۔ اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔ اب ایک ہی بیوی رکھنی چاہیے۔ بہاء اللہ نے اس حکم کی اصلاح کی ہے۔

میں نے کہا اول تو یہ امر بحث طلب ہے کہ شادی ایک ہی چاہیے یا زیادہ کی بھی اجازت ہوسکتی ہے۔ لیکن اس امر کو تسلیم کر کے میں پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ کہ خود بہاء اللہ کی دو بیویاں تھیں۔ اگر دنیا کے سب لوگوں کو صرف ایک بیوی کی ضرورت تھی۔ اور اسی بات کو رائج کرنے کے لئے آئے تھے تو انہوں نے خود کیوں دو کیں اور پھر اپنے بیٹے عباس کو کیوں کہا کہ تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوتی اس لئے دوسری شادی کرلو۔

پہلے تو اس نے ان واقعات کا سرے سے انکار کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک ایرانی بہائی عورت تھی۔ میں نے کہا اس سے پوچھو۔ کیا یہ باتیں درست ہیں؟ یا نہیں میرے اصرار پر اس نے پوچھا تو اس ایرانی بہائی عورت نے جواب دیا کہ ہم مانتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں مگر وہ دعویٰ سے پہلے کی تھیں۔ میں نے کہا جب وہ خدا تعالیٰ کے بروز تھے تو کیا وہ پہلے سے نہ جانتے تھے کہ میں نے یہ تعلیم دینی ہے مگر خیر اس بات کو بھی جانے دو یہ بتاؤ کہ بعد میں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی دعویٰ کے بعد انہوں نے ایک کو بہن قرار دے دیا۔ میں نے کہا اوّل تو یہ صریح ظلم ہے کہ ایک بیوی کو رکھا اور دوسری کو بہن قرار دے دیا۔ مگر اسے بھی جانے دو۔ اور یہ بتاؤ کہ کیا اس عورت کے بطن سے جسے انہوں نے بہن قرار دیا تھا آخر تک اولاد ہوتی رہی یا نہیں کیا وہ اولاد اپنی بہن سے پیدا کر رہے تھے؟

یہ بات سن کر وہ شرمندہ ہوگئیں۔ ان کے ساتھ ایک امریکن لیڈی تھی کہ وہ بھی اپنے آپ کو بہائی کہتی تھی۔ یہ باتیں سن کر وہ کھڑی ہوگئی اور جوش سے کہنے لگی۔ میں اسلام کو مانتی ہوں بہائیت کو نہیں......'' (الفضل قادیان ۲۰؍مئی ۱۹۳۴ء صفحہ ۷)

(مرسلہ: مکرم محمد اشرف کاہلوں صاحب فیصل آباد)

پبلک لائبریریاں اور ذاتی کتب خانے -- کچھ یادیں، کچھ باتیں

از: مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کراچی

اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کی سرشت میں ''شوق کتب بینی اور ذوق مطالعہ'' ودیعت فرمایا ہے- ان کو پروان چڑھانے اور ارتقائی منازل طے کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سازگار ماحول بھی پیدا کئے اور ترقی کے مراحل آسانی طے کرنے کے لئے ذرائع اور مواقع بھی پیدا فرما دئے- اسی فضل خداوندی سے میرے علمی سفر کا آغاز ہوا-

میرا علمی سفر: کتب بینی کے لئے سازگار ماحول مجھے اس وقت سے ہی حاصل ہو گیا تھا جب والد ماجد کے انتقال کے بعد میں استاذی المحترم حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری ...... کی زیر کفالت آ گیا حضرت حافظ صاحب حضرت مسیح الزمانؑ کے اولین زمرۂ رفقاء میں شامل اور ایک نابغہ روزگار شخصیت کے مالک تھے- وہ شاہجہان پور کے ایک وسیع وعریض مکان میں سکونت پذیر تھے- جو بڑے کمرے، دوملحقہ کمروں، ایک لمبے چوڑے دالان اور دوصحنوں پر مشتمل تھا- اس مکان کے ہر کمرے اور دالان اور صحنوں میں متعدد الماریاں تھیں جن میں مختلف النوع اور متنوع موضوعات پر اعلیٰ پایہ کی کتب بھری رہتی تھیں- ابتداء عمر میں تو میں ان کتابوں کی اہمیت و افادیت سے بے بہرہ تھا- میرا کام صرف یہ تھا کہ حضرت حافظ صاحب کی حسب ہدایت کسی الماری کے پاس کھڑا ہو جاتا تھا اور آپ کی ہدایت پر الماری کے مخصوص تختے اور اُس تختہ پر رکھی ہوئی کتابوں سے اسی نمبر پر رکھی ہوئی کتاب نکال کر پیش کر دیا کرتا تھا جو حافظ صاحب کو مطلوب تھی- اور یہ عمل دن میں کئی بار دہرایا جاتا تھا کیونکہ حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں روزانہ آنے والوں کا تانتا لگا رہتا تھا- وہ دالان میں اپنے پلنگ پر بیٹھے ہوئے لوگوں سے محوِ گفتگو ہوتے اور جب کسی حوالہ کی ضرورت پیش ہوتی تو مجھے کمروں میں جا کر ان کی مطلوبہ کتاب نکال لانے کے لئے ہدایت دیتے- اُسی صغرسنی کے زمانہ کی بات ہے کہ بازار میں ایک ایک آنہ کی کہانیوں کی کتابیں جو چند چھوٹے اوراق پر مشتمل ہوتی تھیں بکثرت مل جاتی تھیں- جنہیں میں خرید کر بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتا تھا- یہ گویا میرے شوق کتب بینی کا آغاز تھا-

بارش کے زمانے میں لکڑی کی الماریوں میں دیمک لگ جایا کرتی تھیں اس لئے حافظ صاحب کسی ایسے دن جب تیز دھوپ نکل آتی تھی کتابوں کو الماریوں سے نکلوا کر دھوپ دکھایا کرتے تھے تا کہ کتابوں سے نمی دور ہو جائے- یہ کام میں کیا کرتا تھا اور وہ اس طرح کہ لمبے چوڑے چبوترہ پر چٹائیاں بچھا کر ان پر کتابیں کھول کر پھیلا دیتا تھا- نمی کی وجہ سے بعض کتابوں میں دیمک لگ جاتی تھی میں ان دیمک خوردہ صفحات کو پھاڑ کر علیحدہ کر دیا کرتا تھا جو بعد ازاں مکان کے کسی دور افتادہ گوشہ میں جلا دیئے جاتے تھے- ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کتاب ''داستان امیر حمزہ'' میں بھی جگہ جگہ دیمک لگ گئی اور اس کے صفحات منتشر ہو کر الگ الگ ہو گئے- میں حضرت حافظ صاحب کی اجازت سے وہ کرم خوردہ کتاب گھر لے آیا اور جو صفحات محفوظ رہ گئے تھے انہیں پڑھنا شروع کیا- ایک تو داستان دلچسپ اس پر طرّہ یہ کہ تصاویر نے قصہ میں جان ڈال کر

اسے پُرکشش بنادیا تھا۔ دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ پوری کتاب مل جاتی تو مزہ آجاتا۔ اس زمانہ میں روزانہ خرچ کے لئے آنہ دو آنہ مل جایا کرتا تھا۔ کیونکہ ارزانی اپنی انتہائی حدوں کو چھو رہی تھی اور یہ آج کل کے حقیر نظر آنے والے پیسے بڑی قیمت رکھتے تھے۔ لیکن جب بازار جا کر کسی کتب فروش سے داستان امیر حمزہ کی قیمت دریافت کی تو اس نے دس آنے بتائے جس کو سن کر ہوش اڑ گئے لیکن کتاب کی دلچسپی کا بھوت سر پر ایسا سوار تھا کہ ہمت نہیں ہاری اور روزانہ ملنے والی ''رقم'' یعنی آنہ اور دو آنے جمع کرتا رہا یہاں تک کہ دس آنے جمع ہو گئے۔ اس روز میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں بازار جا کر داستان امیر حمزہ خرید لایا اور پڑھنے میں منہمک ہو گیا۔ میری دلچسپی بڑھتی گئی اور میں کافی وقت اس دلچسپ کہانی کے مطالعہ پر صرف کرنے لگا۔ حضرت حافظ صاحب کے بڑے کمرے کی ایک الماری میں قصہ کہانی کی کتابیں اور دوسری الماری میں اسوقت کے مشہور ناول نویسوں کے ناول بھرے پڑے تھے۔

علم و ادب کے دبستان میں: اسی قبیل کی دوسری کتابیں مثلاً الف لیلہ، فسانہ عجائب، قصہ چہار درویش، طلسم ہوشربا کی چاروں ضخیم جلدیں، ان کے علاوہ طلسم نورافشاں وغیرہ یہ کتابیں سلیس اردو میں لکھی ہوئی تھیں کہ میں بآسانی پڑھ لیتا تھا اور کسی لفظ کے معنی جاننے کے لئے کسی دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

حضرت حافظ صاحب ہر سال قادیان کے جلسہ سالانہ پر چلے جاتے تھے اور وہاں کافی عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس آتے تھے۔ اس دوران ان کا مکان میری تحویل میں رہتا تھا۔ تاکہ میں مکان کی دیکھ بھال بھی کروں اور گملوں میں روزانہ پانی بھی ڈالا کروں۔ میرے لئے یہ موقعہ غنیمت ہوتا تھا اور میں اپنے ذوق کی کتابیں الماریوں سے نکال کر پڑھتا رہتا تھا۔ علاوہ ازیں حضرت حافظ صاحب جو نئی کتابیں قادیان سے لاتے اُن کا مطالعہ بھی جاری رہتا اور اس طرح اُردو زبان کی سلاست اور دلکشی سے لاشعوری طور سے مانوسیت اور لگاؤ پیدا ہوتا چلا گیا اور دینی معلومات میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا رہا اور یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ جیسے جیسے عمر اور علم کے مرحلے طے ہوتے گئے ویسے ہی کتب بینی کا شوق بھی اپنے ارتقائی مراحل طے کرتا چلا گیا لیکن اب ترجیحات بدلتی گئیں۔ کہانیوں اور داستانوں کا دور ختم ہوا اور اُس کی جگہ مولانا عبدالحلیم شرر کے دلچسپ ناولوں نے لے لی۔ بعض ناولوں کے نام اب تک یاد ہیں مثلاً بہشت بریں، دلکش ہر سہ حصہ، حسن انجلینا، منصور موہنا اور درگیش نندنی وغیرہ مولانا شرر کے ناول اسلامی تاریخی پس منظر میں فرضی داستانیں ہوتی تھیں لیکن اتنی دلچسپ کہ جب ایک مرتبہ شروع کیا جائے تو پھر ختم کئے بغیر سیری نہ ہوتی تھی۔ اسی زمانہ میں پنڈت رتن ناتھ سرشار کا فسانہ آزاد جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل تھا زیر مطالعہ آیا۔ لیکن جب طبیعت شعر و شاعری کی طرف مائل ہوئی تو پھر شعرا اردو کے دیوان اور ادبی رسائل پڑھنا شروع کئے جن میں ادبی و شعری مضامین بھی ہوتے تھے اور مشہور و معروف شعراء کی غزلیات بھی حضرت حافظ صاحب کے شعری ذوق نے ان کی بعض الماریوں کو شعرائے قدیم و جدید کے دیوانوں اور کلیات سے بھر دیا تھا ان میں ولی دکنی، حاتم اور آبرو کے دیوانوں کے علاوہ میر تقی میر، مرزا سودا، آتش، ناسخ، مومن و غالب، فراق، امیر، داغ، اسیر، جلال سے لے کر حسرت موہانی، اصغر گونڈوی، اکبر الہ آبادی اور اقبال تک کے شعراء کے مجموعہ ہائے

کلام موجود تھے۔ ان کے علاوہ ماہناموں میں خرنگ نظر حیدرآباد دکن، زمانہ کانپور، نقاد آگرہ، پیام یار لکھنؤ، مخزن لاہور، شاہکار، نیرنگ خاص، عالمگیر لاہور وغیرہ رسالوں سے الماریاں بھری رہتی تھیں۔ میں بقدر ظرف اور بہ تقاضائے شوق ان دیوانوں اور رسالوں سے اپنے ذوق کتب بینی کی سیری کے سامان حاصل کرتا رہا جس کے نتیجہ میں میری اردو زبان کی صلاحیت روزافزوں ترقی کرتی چلی گئی اور مجھے اپنے ہم عصر طلبہ کے مقابلہ میں ایک امتیازی مقام حاصل ہوگیا۔

دینی و روحانی علوم کا دبستان: جہاں تک مذہبی کتابوں کا تعلق ہے تو ان کے مطالعہ کا ذوق حضرت حافظ صاحب کے طرز استدلال سے پیدا ہوا۔ حضرت حافظ صاحب کے پاس جب متلاشی حق پہنچتے اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا تو حضرت حافظ صاحب صرف کتابوں کے حوالوں ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ حوالہ مخالف عالم کی کتاب سے نکال کر پڑھتے جس کا سامعین پر خاص اثر ہوتا اور میں فارغ وقت میں ان کتابوں کو خود پڑھتا تو وہ دلیل میرے ذہن نشین ہو جاتی اور یہ کام حضرت حافظ صاحب روزانہ اور ساری عمر انجام دیتے رہے اور میرا ذہن ان تمام دلائل کو جو وہ مختلف موضوعات کے سلسلے میں بیان فرماتے اپنے حافظہ میں محفوظ کرتا رہتا اور یہ کام اس تسلسل اور تواتر سے جاری رہتا کہ حافظہ لفظاً لفظاً اس کو اپنی گرفت میں لے لیتا۔

یہ تمہید میں نے اس لئے تحریر کی کہ تا کتب بینی کی اہمیت اور افادیت روز روشن کی طرح آشکار ہو جاوے اور احباب میرے تجربات سے استفادہ کرسکیں۔ اگر کسی کے دل میں کتب بینی کا شوق پیدا ہو تو سب سے پہلے اسے کتابوں کے انتخاب اور ان کی ترجیحات کو پیش نظر رکھنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ۸۰ سے زیادہ کتابیں اردو، فارسی اور عربی زبان میں تحریر فرمائیں اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا کر تشنگانِ علم و حکمت کی سیرابی کے سامان فراہم کر دیئے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء نے بڑی مفید اور اہم کتابیں تصنیف کیں خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی کتب تو سند کا درجہ رکھتی ہیں لیکن آپ کا سب سے اہم اور اعلیٰ کارنامہ بامحاورہ ترجمۃ القرآن (تفسیر صغیر) اور تفسیر کبیر ہے جو غیروں میں بھی مقبول ہے۔ علاوہ ازیں علمائے سلسلہ اور دیگر احمدی اہل قلم کی تصنیفات بھی جو بڑے اہم موضوعات پر معرض تحریر میں آئیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

علمی استفادہ کے لئے روزنامہ الفضل کے علاوہ سلسلہ کے دیگر رسائل و جرائد مثلاً انصاراللہ، خالد اور مصباح کا مطالعہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے اور معلومات میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے۔

اس ترقی پذیر دور میں وہی قومیں سبقت لیجائیں گی جن کے افراد علم کے ہر میدان میں اپنی برتری کے جھنڈے گاڑ دیں گے اور یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ہر قوم کے افراد کو اعلیٰ علمی و عملی مدارج طے کرنے کے لئے وسعت مطالعہ کی ضرورت ہے اور وسعت مطالعہ کے لئے کتب خانوں اور لائبریریوں سے زیادہ کون ان کا مددگار بن سکتا ہے۔ لہٰذا علم و معارف میں ترقی حاصل کرنے کے لئے ذاتی اور جماعتی لائبریریوں کا قیام نہایت ضروری ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زندگی کے مختلف موضوعات پر مقالہ جات لکھے ہیں- جو کہ ادارہ معارف مجدد الف ثانی کراچی نے ۱۹۹۷ میں شائع کئے ہیں- اس سے کچھ اقتباسات احباب کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہیں- ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے حضرت کے مزار پر حاضری دیتے ہوئے ایک مصلح کے لئے ضرورت زمانہ کا اس طرح اظہار فرمایا:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند ۔۔۔ اب مناسب ہے کہ تیرا فیض عام ہو ساقی

بدعات سے متعلق صفحہ ۸۸ پر ہے- حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سنت پر جتنا زور دیتے ہیں- اتنا ہی بدعات سے پرہیز کی ہدایت کرتے ہیں صفحہ ۸۹ پر آپ فرماتے ہیں صحیح احادیث میں آیا ہے- کہ جو شخص کسی ایسی سنت کو زندہ کرے جس پر عمل اُٹھ چکا ہو- اس شخص کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے- لیکن اس دقیقہ کی اس قدر رعایت کریں کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور ایک نیکی بہت سی برائیوں کے ظہور کا باعث نہ بن جائے- کیونکہ آخری زمانہ ہے اور اسلام کے ضعف کا وقت ہے-

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی نیکی جو فساد کا باعث بنے اس سے احتیاط کرنا چاہیے-

صفحہ ۹۱- حدیث پاک ہے کہ جب کوئی قوم بدعت جاری کرتی ہے- تو اس سے اس جیسی ایک سنت اُٹھالی جاتی ہے (مسند احمد) دوسری حدیث میں ہے کوئی قوم اپنے دین میں بدعت جاری نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت ان میں سے اٹھالیتا ہے- اور پھر اللہ تعالیٰ اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا

صفحہ ۹۶- حضرت امام ابوحنیفہ کی شان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں- اور اس وقت حضرت خواجہ پارسا قدس سرہٗ کی اس بات کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کی ہے- کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا والصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں گے-

ایک اور مکتوب میں آپ فرماتے ہیں- اور یہ جو خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فصول ستہ میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے- ممکن ہے کہ اس مناسبت سے لکھا ہو جو کہ امام ابوحنیفہؒ کو حضرت روح اللہ کے ساتھ ہے- یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم کے اجتہاد کے موافق ہوگا- نہ یہ کہ وہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے- کیونکہ آپ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ علمائے امت کی پیروی کریں- (جماعت احمدیہ فقہ حنفیہ کی ہی پیروی کرتی ہے- کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد تھا- کہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی جماعتی حکم واضح نہ ہو تو فقہ حنفیہ کی پیروی کرو-)

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

تبصرہ۔ ’’ایک فتح نصیب جرنیل‘‘

صفحات : ۱۲۰ مصنف ومرتب : مولانا صوفی محمد اسحٰق صاحب فاضل

کتاب زیر تبصرہ ’’ایک فتح نصیب جرنیل‘‘ کا یہ تیسرا ایڈیشن زیر نظر ہے۔ جو علمی اضافوں اور تتمہ کے ساتھ شائع کی گئی ہے اور کتاب جیسا کہ پیش لفظ میں ذکر ہے فاضل مرتب نے نوٹس اور تقریروں سے ترتیب دی ہے جو احمدی احباب کی تحریک اور اصرار پر جمع کئے گئے۔ اس میں علم کلام کے ان مسائل اور عقائد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جو سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے علمی اور روحانی خزائن سے تعلق رکھتے ہیں جس سے دنیا نے دین حق کی فوقیت اور احیاء کا منظر دیکھا اور مشہور مفکر اور دانشور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو ’’ایک فتح نصیب جرنیل‘‘ قرار دیا۔

کتاب ہذا مخالف وموافق اور علمی ذوق رکھنے والوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ کاغذ اچھا اور جلد مضبوط اور دیدہ زیب ہے۔ کتب فروشوں سے دستیاب ہے۔ (ناصر سلیمی)

(بقیہ از صفحہ ۲۲)

صفحہ ۹۹۔ پروفیسر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حقیقت یہ ہے۔ ملت اسلامیہ میں جن افکار ونظریات نے انتشار پیدا کیا۔ یا جو افکار ونظریات انتشار پیدا کر رہے ہیں وہ دور غلامی کی یادگار ہیں۔ ہماری آزادی بھی دور غلامی سے کم نہیں اس لئے ان افکار ونظریات کی حقیقت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مذہبی سطح پر دور جدید میں جو نئے افکار آ رہے ہیں۔ ان کا تعلق سیاست اور صرف سیاست سے ہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے جس کے نرغہ میں پورا عالم اسلام ہے۔

صفحہ ۱۸۷۔ حضرت مجددؒ نے اطاعت (شریعت) ضبط نفس (طریقت) اور آخری مقام یعنی نیابت الٰہی کا اپنے ایک مکتوب (بنام خواجہ محمد معصوم) میں اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

عادت اللہ اس طرح جاری ہے کہ عرصہ دراز کے بعد کسی خوش نصیب کو فنائے اتم کے بعد بقائے اکمل عطا فرماتے ہیں یعنی اپنی ذات اقدس کا ایک نمونہ اس کو عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس کا قیام اب ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر انسانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور انسان کی خلافت کا راز متحقق ہو جاتا ہے۔ یعنی اس مقام پر انسان خلیفۃ اللہ بن جاتا ہے۔ یہ اندازِ تحریر حضرت مسیح موعود السلام سے ملا جلتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہونے کی نشانی ہے۔

ضروری تصحیح: (۱) ماہ اکتوبر ۲۰۰۳ء کے شمارہ میں ٹائٹل صفحہ ۳ پر مکرم منصور احمد خاں صاحب وکیل التبشیر کے دعوت الی اللہ کے سیمینار ۲۰۰۳ء کی تصویر شائع ہوئی ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ ادارہ اس فروگذاشت پر معذرت خواہ ہے قارئین تصیح فرمالیں۔ (۲) شمارہ ستمبر ۲۰۰۳ء میں مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب سابق پبلشر و مینیجر ماہنامہ انصاراللہ کے بیٹے مکرم محمد بشیر صاحب کی شادی کے بارہ میں اعلان درست نہیں صرف نکاح ہوا تھا جس میں ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ قارئین درستی فرمالیں۔ (ادارہ)

مژدۂ نو

نوعِ انساں! ہیچ شکوہ قسمت و تدبیر کا
اختر فرّخ جبیں اُبھرا تری تقدیر کا!

گردشِ پیمانہ بدلی، گردشِ ایام بھی
دَور ہے بدلا گیا اُٹھ دیکھ! چرخِ پیر کا!

جگمگا اُٹھے ہیں شرق و غرب کس کے نُور سے
دیکھ جلوہ حضرتِ مہدیؑ کی تُو تنویر کا!

اُٹھے ہیں عُشّاق لے کر پھر نیا جوشِ جنوں
شور بَرپا چار سُو ہے نعرۂ تکبیر کا!

اَسود و اَحمر مسیحاؑ کی محبت کے اسیر
ہے محیطِ کُل جہاں، حلقہ اسی زنجیر کا!

دیوِ باطل ہے گریزاں زورِ استدلال سے
میرزا کا ہے قلم، جوہر نما شمشیر کا!

نقشِ نَو کی جھلکیاں ہر سُو نمایاں ہوگئیں
رنگ بدلتا دیکھ! کائنات کی تصویر کا!

ہے نوید افزا صدا ''طاہر'' کی ڈش سے آرہی
رُوح پَرور ہے یہ نغمہ ساز عالمگیر کا!

اِنقلاب نَو کے ہیں آثار پیدا چارسُو
دیکھ! اِک مثبت اثر انذار اور تبشیر کا!

اَے مسیحا! کیا چلے اُس پر کسی کا تیر پھر
جو نشانہ بن گیا تیری نگہ کے تِیر کا!

نوعِ انساں اب بدلنے کو ہے نظمِ زندگی
دِل کے آئینے میں ہے پَرتَو نئی تقدیر کا!

اشتراکیت سنبھل! آیا ہے دَورِ احمدی
ٹمٹماتا ہے ستارہ اب تری تقدیر کا!

خونِ دل سے ہے لکھا اسلامؔ تیرا حرف حرف
حق تعالیٰ دے صلہ تجھ کو تری تحریر کا!

عبدالسلام اسلامؔ

جزائر کی سرزمین - انڈونیشیا

ایک عمومی تعارف - تربیتی اور تنظیمی جائزہ

مرسلہ: مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب

انڈونیشیا کے بارہ میں احمدیت کے حوالہ سے بچپن سے ہی سنتے تو آئے تھے اور پھر جامعہ احمدیہ میں بھی بعض انڈونیشین طلباء پڑھنے آتے تو ان سے بھی تعارف ہوتا رہا - لیکن خود جانے کا اتفاق اس سال جلسہ سالانہ پر ہوا -

یہ جلسہ جولائی ۲۰۰۳ء میں منعقد ہوا - لاہور سے تھائی ایرویز (Air Ways) پر بنکاک اور پھر بنکاک سے دوپہر ۱۲ بجے کے قریب جکارتہ پہنچے - تو مکرم عبدالباسط امیر اور مشنری انچارج دیگر احباب کے ساتھ ایئرپورٹ پر موجود تھے - (مکرم عبدالباسط صاحب جامعہ احمدیہ ربوہ کے فارغ التحصیل ہیں اور اب خدمات سلسلہ بجا لا رہے ہیں - موصوف اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ٹیبل ٹینس اور بیڈمنٹن کے چمپئن ہونے کی وجہ سے بڑے مقبول تھے)

☆ ہمارا مرکز جکارتہ سے تقریباً پینتالیس کلومیٹر پارنگ (Parung) نامی جگہ پر ہے - چنانچہ وہاں کے لئے روانہ ہوئے - ٹریفک بہت زیادہ تھی اس لئے آہستہ رفتار سے چلتے رہے - راستے میں دوپہر کے کھانے کے لئے ایک ہوٹل میں رکے تو بیرے نے پندرہ بیس پلیٹوں میں مختلف اشیاء سجا دیں - پتہ چلا یہاں کا رواج ہے کہ ہوٹل میں کسی خاص چیز کا آرڈر نہیں دیا جاتا بلکہ جو بھی چیزیں پکی ہوں - وہ میز پر رکھ دیتے ہیں - جو آپ کھالیں صرف اس کی ادائیگی کر دیں - کھانے میں چاول کے ساتھ عموماً مچھلی، جھینگے وغیرہ استعمال کرتے ہیں - سبزیوں کا سوپ بناتے ہیں جو نہایت لذیذ ہوتا ہے - گھی وغیرہ کا استعمال اس میں نہیں ہوتا - گوشت مہنگا ہے - لیکن اچھے طریق سے مزید ار تیار کرتے ہیں خصوصاً روسٹ اور تلے ہوئے ٹکڑے -

☆ پارونگ (Parung) آمد پر جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے نظام کا صحیح اندازہ ہوا - کئی ایکڑ پر مشتمل یہاں جامعہ احمدیہ ہے - ایک بڑی بیت الذکر اور دفاتر ہیں اسی طرح گیسٹ ہاؤس ہے اور بعض مخلصین نے بھی یہاں زمین خرید کر اپنے مکان بھی تعمیر کر لئے ہیں گویا خاصا بڑا مرکز موجود ہے - جلسہ بھی یہیں ہونا تھا - جس کے لئے تیاریاں جاری تھیں - قناتیں اور شامیانے لگائے جا رہے تھے - مہمانوں کی رہائش کے لئے جگہ تیار ہو رہی تھی - عارضی غسل خانے بن رہے تھے خوب گہما گہمی کا عالم تھا - امسال جلسہ ۴ تا ۶ جولائی تھا ساڑھے ۱۰ ہزار دوستوں نے شرکت کی - ۳ جولائی کو مہمانوں کی آمد کے ساتھ ہی رونق شروع ہو گئی - تمام دوست ایک دوسرے سے گلے ملتے رہے - مختلف کونوں میں ٹولیاں بنائے ایک دوسرے کا حال احوال پوچھتے پاکستان کے حالات کے بارہ میں ہر شخص بے چین تھا - زبان کا حجاب حائل ہونے کے باوجود جو بھی تھوڑی بہت انگریزی جانتا تھا - جماعت کے حالات جاننے کے کوشش میں لگا ہوا تھا -

یہاں ہمارے مربیان کی تعداد یک صد کے لگ بھگ ہے - ان میں سے تیس پاکستان سے فارغ التحصیل ہیں اور

بہترین اردو بولتے ہیں- ترجمانی کے فرائض وہی ادا کر رہے تھے-

☆ جلسہ سالانہ سے فارغ ہو کر مختلف جماعتوں میں جانے کا پروگرام بنا- چنانچہ سب سے پہلے باندونگ (Bandung) روانہ ہوئے- جو ایک بڑی اور پرانی جماعت ہے- راستہ نہایت خوبصورت تھا، پہاڑیوں میں جگہ جگہ ندیاں بہہ رہی تھیں- یہاں چاول بہت کاشت ہوتا ہے بلکہ سال میں دو تین فصلیں ہو جاتی ہیں، کسی جگہ چاول کٹ رہے تھے تو کسی جگہ لگائے جا رہے تھے اور کہیں فصل لہلہا رہی تھی- جا بجا کیلے کے پودے خودرو ہیں- بارش بہت ہوتی ہے- یہ علاقہ خط استوا پر واقع ہے- اس لئے موسم معتدل اور مرطوب ہے- بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے سبزہ ہی سبزہ ہے- اس کے علاوہ بھی قدرت نے اس ملک کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے- تیل پیدا کرنے والے ممالک میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے- باندونگ میں دوست نہایت محبت اور خوش دلی سے ملے- یہاں ایک نہایت خوبصورت بیت الذکر ہے- اس کے ساتھ ملحق مہمان خانہ ہے- جہاں دوستوں سے ملاقات ہوئی- یہ شہر ایک آتش فشاں کے نزدیک ہے- جو کبھی کبھار ناراض ہو جائے تو آگ برساتا ہے، اس کے باوجود لوگ نہایت اطمینان سے رہتے ہیں-

☆ اگلے روز روانہ ہوئے تو راستے میں ایک جماعت میں کچھ دیر رکتے ہوئے گاروت (Garut) پہنچے- یہاں ہمارے ایک احمدی دوست کا بہت اعلیٰ درجہ کا ہوٹل ہے- یہاں بھی آتش فشانی سلسلہ ہونے کی وجہ سے دریا اپنی گذرگاہوں سے گرم ہی آتا ہے- ہوٹل میں اس پانی سے ایک سوئمنگ پول بنایا گیا ہے- جس سے گیزر کے پانی کا گمان ہوتا ہے- یہاں سے کچھ دور ایک بڑی جماعت ہے- واناسگرا (Wanasigra) تقریباً تین ہزار نفوس پر مشتمل سارا گاؤں احمدیوں کا ہے- یہاں ایک سکول بھی جماعت کے زیر انتظام ہے جس کے نتائج بہت عمدہ ہیں- یہاں کے مربی مکرم منیر الاسلام صاحب نہایت محنتی اور دلنواز ہیں- اس جماعت کے دوستوں سے ملاقات ہوئی- ایک دوست کی دعوت پر ان کے گھر چائے پر گئے- ان کے ہاں صحن میں ایک چھوٹا سا مچھلیوں کا تالاب تھا جہاں ڈوری سے مچھلی پکڑی گئی- انڈونیشیا میں ایسے تالاب بکثرت ہیں جو صحنوں میں ہوتے ہیں اور حسب ضرورت تازہ مچھلی حاصل کی جاتی ہے-

☆ میری اگلی منزل ایک نہایت دلچسپ شہر جوگجا کرتہ (Jogjakarta) تھا- یہ یونیورسٹی ٹاؤن ہے اور یہاں کی سب سے بڑی یونیورسٹی گاجا مادا یونیورسٹی میں حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے لیکچر دیا تھا- یونیورسٹی ٹاؤن ہونے کی وجہ سے بے شمار نوجوان طلباء اور طالبات شام کو گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں- یہاں یونیورسٹی کے ریکٹر صاحب سے ملاقات تھی جو جماعت سے بہت متاثر تھے اور حضور کے لیکچر کے بعد اس یونیورسٹی میں ایک بین المذاہب رابطہ کی چیئر بھی کھولی گئی ہے- اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت بڑی فعال ہے کچھ احمدی دوست یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں- یہاں شام کو بازار میں ایک خاص رواج کھانے کا یہ ہے کہ فٹ پاتھ پر ایسے ریستوران موجود ہیں جہاں زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا ہے- اسے Lesihan کہتے ہیں لوگ جوق در جوق یہاں آتے چنانچہ ہم نے بھی خوب کھایا-

دو دن بعد جکارتہ (Jakarta) کے لئے روانہ ہوئے- سڑکیں اچھی حالت میں ہیں لیکن ٹریفک کی زیادتی کی وجہ

سے وقت بہت لگتا ہے- جو گجا کرتہ سے ۴۰ - ۴۵ کلومیٹر پر بدھوں کا ایک عظیم الشان مندر بورو بدھو ہے- کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں بدھ مت کا سب سے بڑا مندر ہے اور World Heritage Site میں شامل ہے- ایک ٹیلہ پر کئی منزلہ عمارت ہے سینکڑوں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا جاتا ہے یہاں بہت سارے سیاح آئے ہوئے تھے- یہاں سے روانہ ہو کر شام کے قریب ایک شہر چری بون پہنچے- دوستوں سے ملاقات ہوئی یہاں بھی حسب معمول انڈونیشین محبت اور مہمان نوازی عروج پر تھی- صبح نزدیک کی ایک جماعت مانسلور (Manislor) گئے- یہ بھی خاصی بڑی جماعت ہے یہاں مخالفت کے باوجود احمدیوں میں بڑے جوش اور جذبے کا اظہار تھا- ایک خوش آئند بات جو نظر آئی وہ احمدیوں کے مکانات کی عمدہ تعمیر تھی- یہ احباب وقار عمل کی حقیقی روح سمجھ گئے ہیں- جب کسی شخص نے مکان تعمیر کرنا ہو تو سارے دوست وقار عمل کے لئے ڈیوٹیاں مقرر کر لیتے ہیں اور باری باری حاضر ہوتے رہتے ہیں- اس طرح مکان کی تعمیر میں مزدوری کے اخراجات بچ جاتے ہیں جسکی وجہ سے میٹریل اچھی قسم کا استعمال ہوتا ہے- دوپہر کے وقت جکارتہ پہنچے ملک کا دارالحکومت ہے اور ویسے بھی انڈونیشیا کا بڑا شہر ہے- عالیشان اونچی عمارتیں- سڑکوں کا جال بے انتہا لوگ اور ہر شخص دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں- یہاں ہماری بیت الذکر اچھی جگہ پر ہے- مربی ہاؤس اور مہمانخانہ ہے- مگر فی الوقت ٹھہرنے کا انتظام ایک احمدی دوست کی ایک اونچی عمارت کی چھتیسویں منزل پر واقع نہائیت خوبصورت فلیٹ میں تھا- جس کی بالکونی سے تمام جکارتہ نظر آتا تھا-

☆ انڈونیشیا تیرہ ہزار جزائر پر مشتمل ملک ہے- جس کا کل رقبہ سمندر سمیت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے برابر ہے- جس میں سے تیسرا حصہ خشکی پر مشتمل ہے- یہ جزائر سارے علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور بعض تو اتنے چھوٹے ہیں کہ ان پر آبادی نہیں لیکن پانچ جزائر بڑے بڑے ہیں- ان میں جاوا (Java) (جکارتہ اسی میں ہے)، سماٹرا (Sumatra)، کلمنتان (Kalimantan سابقہ بورنیو)، سالوویسی (سابقہ سیلیبس Celebes) اور ارین جایا (Iryan Jaya) ہیں- ملک کی کل آبادی بائیس کروڑ ہے- جس میں سے ساٹھ فیصد جاوا میں رہائش پذیر ہے- ان جزائر میں آنے جانے کے لئے یا تو ہوائی جہاز کا استعمال کیا جاتا ہے یا پھر کشتیوں کے ذریعہ جن میں بہت وقت صرف ہوتا ہے پروگرام کا آخری حصہ سماٹرا کے شہر میدان (Maidan) کا دورہ تھا جو مکرم عبدالباسط صاحب کے ساتھ By Air تھا- دو گھنٹے کے بعد میدان (Maidan) اُترے- یہ شہر خاصا گرم ہے- ہماری بیت الذکر نہائیت کھلی جگہ پر اچھی بڑی ہے- مربی ہاؤس اسی فراخ احاطہ کے ایک کونے پر علیحدہ تعمیر ہے- مکرم شمشیر علی صاحب مربی سلسلہ نے بڑی آؤ بھگت کی- مغرب کے بعد دوست احباب اکٹھے ہو گئے اور باہمی تعارف ہوا- دوسرے روز ایک دوست کے ساتھ توبا (Toba) جھیل جانے کا پروگرام بنا- یہ جھیل بہت بڑی اور خوبصورت ہے- پہاڑیوں کے درمیان گھری ہوئی اس جھیل کو اس سارے علاقے کی سب سے بڑی جھیل سمجھا جاتا ہے- راستے میں ایک جماعت سے تعارف کے بعد جھیل پر پہنچے- بہت ہی خوبصورت منظر ہے سیر و تفریح کے بعد واپسی ہوئی واپسی کا راستہ دوسرا تھا اور اس راستہ پر بھی ایک جماعت ہے دوستوں سے ملاقات ہوئی اور شام کو میدان پہنچ گئے-

☆ صبح سماٹرا کے ایک اور شہر پاڈانگ (Padang) کے لئے پرواز تھی- ائیر پورٹ پہنچے تو پتہ چلا کہ دس بجے جو جہاز روانہ ہونا تھا اب دو بجے روانہ ہوگا- کیونکہ صدر انڈونیشیا سوئیکارنو میگاوتی صاحبہ میدان تشریف لائی ہوئی ہیں- دو بجے پہنچے

تو بتایا گیا کہ تین بجے روانگی ہوگی- خدا خدا کر کے روانگی لاؤنج میں آئے اور انتظار کرنے لگے- یہ گھڑیاں لمبی ہوتی چلی گئیں اور بالآخر شام پانچ بجے جب صدر صاحبہ جکارتہ واپس تشریف لے گئیں تو جہاز میں بٹھایا گیا- اس طرح شام چھ بجے پاڈانگ پہنچے- یہ شہر جماعت کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہم ہے کہ ہمارے ابتدائی داعی الی اللہ اسی شہر میں آئے تھے اسی جگہ حضرت مولوی رحمت علی صاحب کا آگ سے محفوظ رہنے کا واقعہ رونما ہوا تھا جسے دیکھ کر بہت سے لوگوں نے احمدیت کی صداقت پر یقین کیا تھا- یہاں ہماری بیت الذکر تقریباً ستر سال قبل تعمیر ہوئی تھی- اب اس میں توسیع کا کام جاری ہے اچھی جگہ پر واقعہ ہے، کھلا احاطہ ہے- دوستوں سے مغرب کے بعد ملاقات ہوئی یہ بھی نہائیت اخلاص رکھنے والے اور محبت کرنے والے لوگ ہیں- مکرم محی الدین صاحب مربی سلسلہ نے خوب آؤ بھگت کی- خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے- آمین

دس بجے جکارتہ کے لئے واپسی تھی- بارہ بجے جکارتہ پہنچے- مشن ہاؤس میں قیام تھا- مکرم ظفراللہ پونتو صاحب مربی سلسلہ جکارتہ منتظر تھے- جکارتہ کی جماعت چھ حلقوں میں تقسیم ہے- خاکسار جس جگہ ٹھہرا یہ لمبے عرصہ سے جماعت کے پاس ہے- بیت الذکر کے ساتھ مربی ہاؤس اور مہمان خانہ ہے- جکارتہ میں ٹریفک کا اس قدر اژدہام ہے کہ چند کلومیٹرز طے کرنے کے لئے بھی ایک گھنٹہ لگ جاتا ہے- کھانے کے بعد ایک حلقہ کی بیت الذکر دیکھی جس میں توسیع ہو رہی ہے- اگلے روز جمعہ تھا- ہم کوئی چالیس کلومیٹرز پر ایک قطعہ زمین دیکھنے گئے-

☆ جمعہ کے بعد دوستوں سے ملاقات رہی پھر ہومیو پیتھک کلینک دیکھنے گئے- انڈونیشیا میں ہومیو پیتھک طریق علاج متعارف نہیں- اب جماعت نے آہستہ آہستہ اسے رواج دینا شروع کیا ہے اور گذشتہ پانچ سالوں میں یہاں کے کلینک سے پچھتر ہزار مریض فائدہ اٹھا چکے ہیں- اس کام میں ہمارے احمدی ڈاکٹر صاحبان بڑی دلچسپی لے رہے ہیں اور چونکہ اس طرح میڈیکل کے شعبہ سے متعلق پروفیشنل لوگ کام کر رہے ہیں اس لئے نہائیت سائنسی انداز میں کام بہتر ہوتا جا رہا ہے-

۱۸۸۳ء میں انڈونیشیا میں ایک عظیم آتش فشاں کراکاتوا (Karakatoa) پھٹا یہ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ اس کی آواز تین ہزار میل دور آسٹریلیا میں سنی گئی اور سمندر میں اس سے جو لہریں اٹھیں وہ تمام بحر ہند پار کر کے افریقہ کے ساحل سے ٹکرائیں- اس جزیرے سے زندگی کا صفایا ہو گیا اور سائنسدانوں نے اسے اپنے ایک مشاہداتی مرکز کے طور پر چن لیا- اس پر فلمیں تیار کی گئیں اور اب تک اس پر سائنسی تحقیقات جاری ہیں- دلچسپ بات یہ ہے کہ ۵۳۵ء میں بعض آثار نشاندہی کرتے ہیں کہ دنیا میں ایک قیامت برپا ہوئی تھی جس سے تمام زمین متاثر ہوئی اور سلطنت بازنطین کمزور ہو کر اسلام کا غلبہ ہوا- بہت عرصہ سے سائنسدان اس بات پر تحقیق کر رہے تھے کہ ۵۳۵ء میں جو تباہی آئی تھی اس کا مرکز کہاں ہے؟ چنانچہ اس تباہی کا مرکز جسے Catastrophe535 کہا جاتا ہے بالآخر تلاش کر لیا گیا جو کراکاتوا تھا- چنانچہ اس عظیم آتش فشاں نے دو دفعہ دنیا کو ہلا کر رکھ دیا- ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل اور دوسری دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل- خاکسار کی شدید خواہش تھی کہ اسے جا کر دیکھا جائے- چنانچہ ایک موٹر بوٹ پر ہم کچھ دوست جس میں مکرم ظفراللہ پونتو صاحب مکرم انس صاحب اور MTA انڈونیشیا کے کارکن سوار تھے اس جزیرے کے لئے

روانہ ہوئے۔ پچاس کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تیرتی ہوئی بوٹ کا سفر نہائیت پُر لطف تھا۔ لہروں کے اوپر سے اچھلتی ہوئی کشتی نے ہمیں تقریباً ایک گھنٹے میں کراکاتو اپہنچا دیا۔ ۱۸۸۳ء میں اس جزیرے کا درمیانی حصہ فضا میں اڑ گیا تھا۔ اور اس کے کچھ ٹکڑے اردگرد باقی رہ گئے تھے۔ غوطہ خور یہاں غوطہ زنی کرتے ہیں ان کے کہنے کے مطابق نیچے سمندر کا پانی گرم ہے۔ ۱۹۲۷ء میں وہیں سے جہاں پہلے جزیرہ موجود ہوتا تھا ایک نیا جزیرہ ابھرنا شروع ہوا جواب تقریباً پانچ صد فٹ بلند ہو چکا ہے اور روز بروز پھیل رہا ہے۔ اس جزیرے سے دھواں اٹھتا رہتا ہے اور کبھی کبھار یہ آگ پھینکنے کا کھیل بھی کھیلنے لگتا ہے۔ ہمارے ناخدا ہمیں اس جزیرے پر لے گئے۔ بجری نما چھوٹے چھوٹے کنکروں سے بنا ہوا یہ جزیرہ عجیب منظر پیش کرتا ہے۔ جوں جوں اوپر جاتے گئے بعض جگہوں سے دھواں نکلتا نظر آیا۔ ایک خادم نے اوپر پہنچ کر توحید و رسالت کی ندا بلند کی۔ کشتی والے نے بتایا کہ یہاں Snorkling بھی ہوتی ہے۔ یہ بھی عجیب مزے دار تجربہ تھا۔ ایک بڑی سی عینک پہن کر جس کے ساتھ سانس لینے کے لئے ایک ٹیوب لگی ہوتی ہے جسے منہ میں ڈال کر پانی میں سر اندر کر کے تیریں تو نیچے Coral Reefs یا مونگے کی چٹانیں نہائیت خوبصورت رنگوں اور شکلوں میں دکھائی دیں گی۔ اوپر سے وہم بھی نہیں ہوتا کہ سمندر کے اندر خدا نے کس کاریگری سے یہ خوبصورت باغ لگا رکھا ہے۔ اس کا اندازہ صرف پانی کے اندر سر کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ واپسی پر کشتی کی رفتار ساٹھ کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ یوں لگتا تھا کہ کشتی لہروں کے اوپر اڑ رہی ہے۔ ہم ایک گھنٹے میں ساحل پر تھے۔ یہاں سمندر کے کنارے بانسوں سے بنے ہوئے جھونپڑوں کے ایک ریستوران میں کھانا کھایا گیا اور واپس جکارتہ روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک احمدی دوست نے اپنا زرعی فارم دکھایا۔ انڈونیشیا کی زمین نہائیت زرخیز ہے۔ بارش بھی خوب ہوتی ہے۔ اس لئے نہائیت سرسبز و شاداب اور خوبصورت فارمز ہیں۔ یہاں کی ایک خاص فصل Vanilla (ونیلا) ہے جو بیل کی صورت میں ہوتی ہے اور اس کا پھل دو سو امریکن ڈالر فی کلو کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اگلے روز انڈونیشیا کو خیر باد کہا اور الحمدللہ بخیریت واپسی ہوئی۔

انڈونیشیا میری توقعات کے برعکس نکلا۔ لوگ نہائیت محبت کرنے والے۔ عموماً امن پسند اور مہذب ہیں۔ کھانا کھاتے وقت ایک لائن بنا لیں گے اور اپنی باری پر کھانا لیں گے۔ یہ نہیں کہ میز کے گرد کھڑے ہو کر کھانا شروع کر دیا اور دوسروں کا راستہ بند کر دیا۔ بات نرم لہجے میں کرتے ہیں اور مہمان نواز ہیں۔ ملک چونکہ نہائیت زرخیز اور قدرتی دولت سے مالا مال ہے اس لئے غربت تو نظر آئی لیکن بھوک نہیں لوگوں کو کچھ نہ کچھ پیٹ بھرنے کو مل ہی جاتا ہے۔ کیلا، ناریل اور دریان وغیرہ خودرو ہو جاتے ہیں دریان یہاں کا ایک خاص پھل ہے جو بڑے خربوزے کے سائز کا ہوتا ہے۔ سفید رنگ کا گودا لذیذ تو ہوتا ہے مگر اتنی شدید بو آتی ہے کہ نئے آدمی کے لئے کھانا بہت مشکل ہے۔

ایک ایمان افروز تاثر یہ ہے کہ ہر کہیں احمدی بہت ہی اخلاص محبت اور پیار سے پیش آتے رہے جہاں گئے دوستوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت پیار دیا۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

''مولابس''ؔ

سر پہ بارِ گراں ہے مولابس
دل میرا ناتواں ہے مولابس

چھوڑ کر در ترا کہاں جاؤں
بس تیرا آستاں ہے مولابس

اُس کو ڈھونڈوں کہاں میرے آگے
وسعتِ دوجہاں ہے مولابس

ذاتِ والا ہے اوّل و آخر
ماورائے گماں ہے مولابس

اپنے فضلوں سے کامراں کر دے!
زندگی امتحاں ہے مولابس

ذرّہ ہر کائنات کا تیری
مظہرِ کُن فکاں ہے مولابس

اَب اِسے آشنائے منزل کر
کارواں تو رواں ہے ''مولابس''

تُو تو رحمٰن ہے مگر توقیرؔ
اک شۂ بے کساں ہے ''مولابس''

سید اسرار احمد توقیر - لاہور

ؔ ''مولابس'' حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا الہام ہے۔

مجلس انصاراللہ پاکستان کی تیسری سالانہ علمی ریلی ۲۰۰۳ء

تیسری سالانہ علمی ریلی ۱۲ تا ۱۴ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار منعقد ہوگی اس علمی ریلی کا نصاب حسب ذیل ہو گا۔ **(۱) تلاوت قرآن کریم:** (الف) سورۃ رحمان (ب) سورۃ الحشر کا آخری رکوع۔ مقابلہ تلاوت کے دو معیار ہوں گے۔ (۱) معیار عام (۲) معیارِ خاص۔ معیارِ عام میں حفاظ کرام اور قاری حضرات شامل نہ ہوسکیں گے۔ معیارِ خاص صرف حفاظ کرام اور قاری حضرات کے لئے ہوگا۔

(۲) حفظ قرآن: پارہ ۳۰ مکمل۔

(۳) نظم خوانی: درثمین، کلام محمود، کلام طاہر کی درج ذیل نظموں میں سے تین اشعار خوش الحانی سے پڑھنے ہوں گے۔ (۱) ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے (درثمین) (۲) محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے...... (کلام محمود) (۳) گلشن میں پھول باغوں میں پھل آپ کے لئے -- جھیلوں پہ کھل رہے ہیں کنول آپ کے لئے (کلام طاہر)

(۴) مقابلہ تقریر اردو معیارِ خاص: ہر ضلع سے ایک مقرر اس مقابلہ میں حصہ لے سکے گا۔ تقریر کا وقت ۵ تا ۷ منٹ ہوگا۔ عناوین درج ذیل ہوں گے۔ (۱) آنحضرتؐ کی اہلی زندگی (۲) نماز باجماعت کے ثمرات (۳) حضرت مسیح موعودؑ کا اندازِ تربیت (۴) اسلامی معاشرہ۔

(۵) فی البدیہہ تقریری مقابلہ اردو: عنوان مقابلے کے وقت دیئے جائیں گے اور تقریر کا وقت تین منٹ ہوگا۔

(۶) مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ: درج ذیل کتب نصاب میں ہوں گی۔ تحریری امتحان ہوگا۔ (۱) تذکرۃ الشہادتین (۲) پیغامِ صلح (۳) لیکچر لاہور (۴) لیکچر سیالکوٹ (۵) گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔

(۷) مقابلہ عام دینی معلومات (کوئز): ہر ضلع سے تین اراکین پر مشتمل ٹیم شرکت کر سکے گی۔ مقابلہ کا نصاب درج ذیل ہوگا (۱) کتاب ''بنیادی نصاب'' شائع کردہ مجلس انصاراللہ پاکستان (۲) کتاب ''دینی معلومات'' شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان (۳) کتابچہ ہدایات لائحہ عمل ۲۰۰۳ء (۴) کتابچہ دستور اساسی

نمائندگی: زعامت ہائے علیاء اور اضلاع ہر مقابلہ کیلئے ایک نمائندہ ضرور بھجوائیں۔ مناسب ہوگا کہ مجالس/ اضلاع اپنے ہاں یہ علمی مقابلے منعقد کر کے اول آنے والے ناصر کو بطور نمائندہ بھجوائیں۔

(قیادت تعلیم۔ مجلس انصاراللہ پاکستان۔ ربوہ)

بیلا رس (Belarus)

۱۹۲۲ء تا ۱۹۹۱ء بیلا رس سویت یونین کا حصہ تھا۔ اس کی موجودہ سرزمین کا ایک تہائی مغربی حصہ ۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۹ء پولینڈ کا حصہ رہا ہے۔ سویت یونین کے آخری سالوں میں بیلا رس قدامت پرست کیمونزم کا گڑھ تھا۔ یوکرین کے رہنے والوں کے برعکس بیلا رس کے باشندوں میں کبھی بھی اپنی الگ قومیت کا کوئی گہرا احساس نہیں پایا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے یہ وہ ملک ہے جو گویا اپنی مرضی کے خلاف آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوا ہے۔

بیلا رس رقبے کے لحاظ سے سابقہ سویت یونین کی چھٹی بڑی ریاست تھی۔ یہ مشرقی یورپ میں واقعہ ہے اس کے مغرب میں پولینڈ، جنوب میں لٹویا (Latvia)، شمال مغرب میں لتھوئنیا (Lithuania) اور شمال اور مشرق میں روس واقع ہے۔ عمومی طور پر اس کی زمین ہموار ہے۔ نصف سے زائد خطۂ زمین کی اونچائی سمندر سے ۶۶۰ فٹ یا اس سے کم ہے۔ اس کا کل رقبہ ۲۰۷۵۹۵ مربع کلومیٹر ہے۔

بیلا رس کو ندی، نالوں اور جھیلوں کا ملک بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہاں دس ہزار سے زائد جھیلیں پائی جاتی ہیں۔ ملک کا قریباً ایک تہائی حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ پولینڈ کے ساتھ اس کی سرحد پر ایک بہت بڑا منفرد جنگل پایا جاتا ہے جو جنگلی حیات کا ایک ایسا قدرتی ذخیرہ ہے جس کو انسان کے ہاتھوں بہت کم نقصان پہنچا ہے۔ پرندوں اور جانوروں کی درجنوں اقسام پائی جاتی ہیں جن میں سے بعض یورپ کے دیگر حصوں میں اب نایاب ہیں۔ بیلا رس کی آب و ہوا مرطوب ہے۔ جولائی میں اوسط درجہ حرارت ۱۸ سنٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اگر چہ جنوری کا اوسط درجہ حرارت منفی چھ درجہ سینٹی گریڈ ہے۔

ملک کے قریباً اسی فیصد لوگ بیلا روسی ہیں جس کے معنی ہیں۔ سفید روسی لوگ (White Russians)۔ ان کا یہ نام غالباً ان کے روایتی سفید لباس کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ اقلیتوں میں روسی، پولش اور یوکرینین شامل ہیں۔ سب سے بڑا مذہب روسی آرتھوڈاکس ہے لیکن ایک ملین سے زیادہ رومن کیتھولکس بھی ہیں۔ بیلا رس کی کل آبادی سال ۲۰۰۰ء کے اندازے کے مطابق ۹۹۸۹۰۰۰ ہے۔

بیلا رس کا دارالحکومت منسک (Minsk) دوسری جنگ عظیم کے دوران قریباً مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا تھا۔ مگر اسے از سر نو تعمیر کیا گیا اور اب یہ ایک مصروف صنعتی شہر ہے جہاں قریباً سترہ لاکھ لوگ رہتے ہیں۔ صرف چند پرانی عمارتوں کو محفوظ رکھا گیا ہے ورنہ اکثر شہر نیا تعمیر کیا گیا ہے۔ روسی ریاستوں میں سے سب سے زیادہ تباہی دوسری جنگ عظیم میں بیلا رس میں ہی ہوئی تھی۔ بعد ازاں دارالحکومت سمیت کئی دیگر شہر از سر نو تعمیر کئے گئے اور صنعتی مراکز بن گئے۔ یہاں بھاری مشینری تیار کی جاتی ہے۔ زراعت بھی اقتصادیات کا اہم حصہ ہے۔ مختلف قسم کا اناج، آلو، چقندر اور Flax (ایک پودہ جس کے تنے سے وہ دھاگہ بنتا ہے جس سے Linen کپڑا بنایا جاتا ہے) اہم پیداوار ہیں۔ پوٹاش کا بہت بڑا معدنی ذخیرہ موجود ہے جو کہ کھاد بنانے کے کام آتا ہے۔ یوکرین کے شہر چرنوبل میں نیوکلیئر دھماکہ میں بیلا رس کے جنوب مشرقی حصہ میں قریباً ۲۵ فیصد زمین کو نقصان پہنچا تھا اور صحت عامہ کے مسائل پیدا ہوئے۔ (بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

انزائم (ENZYME)

اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کے جسم کے اندر تبدیلی ہیئت کے عمل یعنی Metabolism کو جاری رکھنے کے لئے بعض خاص اجزاء بنائے ہیں۔ انہی اجزاء میں سے ایک جز کا نام انزائم ہے۔ انزائم مخصوص نامیاتی (Organic) جز ہے۔ انزائم بنیادی طور پر امینو اسڈ (amino acids) کی ایک لمبی لڑی میں پروئے ہوتے ہیں اور انہیں عام سائنسی اصطلاح میں Micro Molicules کہا جاتا ہے یعنی کافی سارے سالموں سے بنا ہوا۔ انزائم زندہ خلیوں کے اندر جوڑ توڑ کے عمل میں جسے سائنس کی اصطلاح میں Metabolism اور Catobilism کہا جاتا ہے حصہ لیتے ہیں اور بطور Catalyst کے کام کرتے ہیں۔ Catalyst تبدیلیٔ عمل میں مدد تو کرتے ہیں لیکن خود ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ Enzyme کا نام ۱۸۶۷ء میں علم اعضاء (Physiology) کے ماہر جرمن سائنس دان Wilheum Kuhne نے دیا۔ یہ یونانی الفاظ En اور zyme سے بنا ہے اس کا مطلب ہے اثر بدلنے والی شئے۔ اب تک ۷۰۰ سے زیادہ انزائم کی دریافت ہو چکی ہے۔ انزائم کو ایک طے شدہ کلیہ کے تحت نام دئے جاتے ہیں۔ اس کی بنیاد وہ اشیاء ہوتی ہیں جن پر وہ تبدیلی کے عمل کو تیز کرتی ہیں۔ انزائم جن اشیاء میں تبدیلی کے عمل کو تیز کرتی ہیں ان کی تعداد بہت محدود ہوتی ہے۔ جن چیزوں میں وہ تبدیلی کے عمل میں مدد دیتی ہیں ان کے آخر پر ase کا لفظ لگا دیا جاتا ہے مثلاً یوریا (Urea) میں عمل پذیر کروانے والے انزائم کو Urease کا نام دیا گیا ہے اسی طرح لحمیات یعنی Protein پر عمل میں مدد دینے والے انزائم کو Protease کا نام دیا گیا۔

انزائم کی درجہ بندی ان کی کارکردگی کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ مثلاً Hydrolytic, Oxidizing, Reducing وغیرہ۔ ان کے علاوہ بھی بہت سارے انزائم مختلف Substrate پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ذکر آ چکا ہے Urease صرف یوریا کے کیمیائی عمل میں تیزی لا سکتے ہیں اسی طرح Pepsin اور Trypsin گوشت کی تحلیل کا عمل جاری کرتے ہیں اور ایک سے زیادہ عمل کو کنٹرول کرتے ہیں۔ بعض انزائم اس توانائی کے اخراج میں مدد کرتے ہیں جس کی ضرورت جانداروں کو ہوتی ہے۔ اس توانائی سے ہی دل کو حرکت ملتی ہے اور پھیپھڑے پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔ شکر کو مختلف اجزاء میں تبدیل کرنے کے کئی قسم کے انزائم کو کام کرنا پڑتا ہے۔ یہ Tissues کی تخلیق میں مددگار ہوتے ہیں۔ یہاں یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ صرف گلوکوز کو مکمل طور پر تحلیل کرنے اور جسم کو توانائی مہیا کرنے کے لئے کم از کم ۱۶ مختلف انزائم کو کام کرنا پڑتا ہے۔ جس توانائی کا اوپر ذکر آیا ہے اسے حیاتیاتی توانائی کہا جاتا ہے۔ کیمیائے زندگی (biochemistry) میں اسے مخفف طور پر ATP یعنی Adenosine Tri Phosphate کہا جاتا ہے۔

انزائم غیر معمولی طور پر اثر آفرین ہوتے ہیں۔ کم درجہ حرارت پر ان کی بہت قلیل سی مقدار بہت سارا کام سر انجام دینے کی صلاحیت رکھتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً ۳۰ گرام خالص اور شفاف

Crystalline اور Pepsin دو میٹرک ٹن انڈے کی سفیدی کو تحلیل کر سکتی ہے۔

قاعدہ کے مطابق انزائم زندہ خلیوں (Cells) پر اثر پذیر نہیں ہوتے لیکن جونہی یہ مر جاتے ہیں یہ بڑی سرعت سے انہیں تحلیل کرنا شروع کر دیتے ہیں اور لحمیات کے توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیوں کے باہر جو جھلی (membrane) ہوتی ہے وہ خلیوں کے مرنے کے بعد ایسی حالت میں ہو جاتی ہے کہ انزائم اس کے آر پار جا سکتے ہیں یعنی جھلی (Permeable) ہو جاتی ہے۔ زندہ خلیے میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ انزائم کو اپنے اندر آنے سے روکتے ہیں اور جب تک زندہ رہتے ہیں ان کی یہ مدافعت جاری رہتی ہے۔

انزائم بنیادی طور پر کثیر تعدادی لحمیاتی سالمے (Macromolecular Protein) ہوتے ہیں لیکن اپنے Catalytic Action کو شروع کرنے اور جاری رکھنے کے لئے کسی دھات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر یہ کوئی عمل نہیں کر سکتے ہیں۔ ان دھاتوں میں جست (Zinc) اور میگنیشم (Magnesium) بہت اہم ہیں۔ لحمیات والے حصہ کو Apo-enzyme اور دھاتی حصہ کو Co-enzyme کہا جاتا ہے۔ اس وقت انزائم کو مصنوعی طریق پر بھی تیار کیا جانے لگا ہے۔ اس کا استعمال زراعت اور انسان کے استعمال میں آنے والی دوائیوں میں بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ انسانوں کی بیماریوں میں لیکیمیا (leukemia) دانتوں کی بیماریوں کے علاج، ذیابیطس کی روک تھام اور خون کی کمی دور کرنے کے لئے اس کا استعمال ہو رہا ہے۔ (مرسلہ: مکرم ڈاکٹر عبدالشکور صاحب گلشن راوی لاہور)

بقیہ از صفحہ ۳۲ :-

اٹھارویں صدی کے آخر میں بیلارس، روس کا حصہ بن گیا تھا۔ جنگ عظیم اول میں بیلارس پہلے روس اور جرمنی کی افواج کا میدان جنگ بنا اور پھر روس اور پولینڈ کی افواج اس سرزمین پر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئیں۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں اسے ایک سویت سوشلسٹ ریاست قرار دیا گیا۔ مگر پولینڈ کے ساتھ جنگ میں اس کا ایک تہائی حصہ جاتا رہا۔ مارچ ۱۹۲۱ء میں بیلارس کو ریگا (Riga) معاہدے کے مطابق روس اور پولینڈ کے مابین تقسیم کر دیا گیا۔

جب پولینڈ پر جرمنوں نے ۱۹۳۹ء میں حملہ کیا اور جنگ عظیم دوئم کا آغاز ہوا تو سویت افواج مشرق کی طرف سے پولینڈ میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے وہ علاقہ پھر قبضہ میں کر لیا جو ۱۹۲۱ء میں ان کے ہاتھ سے جاتا رہا تھا۔ جرمنوں نے روس پر حملہ کیا تو بیلارس پر خوب یلغار ہوئی۔ قریباً دو سو CONCENTRATION CAMPS قائم ہوئے اور آبادی کا ایک چوتھائی حصہ جنگ میں مارا گیا۔

آزادی کے بعد سے ملک کے رہنما کیمونزم کے پرانے تصورات کے ساتھ ہی چمٹے رہے۔ لیکن ۱۹۹۴ء کے الیکشن جیتنے والا رہنما ہٹلر کا مداح تھا۔ مگر اس کی مخالفت نے پھر زور پکڑا اور نتیجتاً ۱۹۹۶ء میں حکومت نے روس کے ساتھ زیادہ قریبی تعلقات کا ایک معاہدہ کیا۔ ملک میں ۱۹۹۴ء میں ایک نیا آئین تیار کیا گیا ہے۔

ماخذ: (۱) ENCYCLOPEDIA BRITANICA (۲) LANDS AND PEOPLES

مرسلہ: م۔الف۔اشرف

بلاتبصرہ

ڈاکٹر عبدالسلام کی جلاوطنی ختم ہوئی آخر

(نوٹ: معروف کالم نگار جناب افضل توصیف کا "کڑوا سچ" بلاتبصرہ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے- بشکریہ روزنامہ خبریں لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۹۶ء)

ڈاکٹر عبدالسّلام کون ہے؟ یا تھا؟ پنجاب کے بچوں کے لئے مشکل سوال ہے، مگر جواب بڑا ضروری ہے- ایک سوال اور بھی ہے، نوبل انعام یافتہ کون ہوتا ہے؟ اشارہ......نوبل پرائز......اب تم اشارے کی مدد سے بوجھ سکتے ہو- نوبل پرائز جیتنے والے کو نوبل انعام یافتہ کہتے ہیں- اگلا سوال بھی اسی سلسلے کا ہے، لیکن جواب اتنا آسان نہیں ہوگا- کبھی کسی پنجابی نے نوبل پرائز جیتا؟ یہ دنیا کا اعلیٰ ترین ایوارڈ ہے اور صرف دنیا کے اعلیٰ ترین دماغ والوں کو ہی مل سکتا ہے- اس انعام کا جیتنے والا اپنے ملک، علاقے اور اپنے عوام کے لئے بڑی عزت حاصل کرتا ہے کیونکہ یہ انعام تخلیق اور تحقیق کے کاموں میں ارفع ترین مقابلے میں ہی جیتا جاتا ہے اور انعام دیتے وقت اس ملک کا نام بھی پکارا جاتا ہے، جس نے اس عالیشان ذہن کو پیدا کیا ہو- سوال سمجھ میں نہیں آیا؟ چلو لفظ بدل دیتے ہیں- کیا پنجاب نے کبھی کوئی بڑا سائنسدان پیدا کیا؟ یہ بھی آسان نہیں ہوگا، کیونکہ تمہاری کتابوں میں تو سائنس کا ذکر بہت ہی کم ملتا ہے اور پنجاب نے سائنس میں ترقی بالکل نہیں کی...... پھر؟ فزکس کا نوبل انعام یافتہ؟؟

مگر یہ حقیقت ہے کہ پنجابی گھرانے کا ایک سیدھا سادھا آدمی دنیائے فزکس کا اعلیٰ ترین ذہن ۱۹۷۹ء کا نوبل لارئیٹ مانا گیا تھا- دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی انتہائی ترقی یافتہ سائنس فزکس ہی ہے- یہی سائنس انسان کو سپیس ایج میں لے گئی- اس کی مدد سے آدمی چاند پر اتر کر چاندنی کی چادر پر اپنے پیروں کے نشان چھوڑ آیا- یہی وہ علم ہے جس نے انسان کو تسخیر کائنات کا سب سے اونچا پرچم تھمایا- یہی سائنس کائنات کی اصل ابتدا اور ایٹم کی بے پناہ طاقت کا کھوج لگا سکی- اس عالیشان کھوج کا ایک ہاتھ...... بہت سارے ہاتھوں میں سے ایک پنجابی ہاتھ بھی ہے- بہت سارے جرمن، امریکی، برطانوی، اطالوی، روسی اور سویڈش ہاتھوں کے درمیان ایک گندمی رنگ کا ہاتھ-

اب بتاؤ تم اس پنجابی کا نام جاننا چاہو گے؟ ڈاکٹر عبدالسلام! یہی نام ہے اس یکتائے روزگار کا، لیکن پنجاب کے بچے اس نام سے کیوں واقف نہیں؟ پھر ایک سوال، فکر کی بات نہیں- ہماری تاریخ سوالوں سے بھری پڑی ہے پنجاب کی تاریخ اور ہے کیا، سوال ہی سوال- پنجاب تقسیم کیوں ہوا؟ پنجاب میں قتل عام کیوں ہوتے رہے؟ پنجاب کی عورت بے عزت کیوں کی گئی؟ پنجاب سے امرتا پریتم کیوں چلی گئی؟ کرشن چندر کو یہاں سے کیوں نکالا گیا؟ پنجابی زبان ترقی میں کیوں پیچھے رہ گئی؟ پنجاب اپنے شاعروں کی زبان کیوں نہیں گاتا؟ پنجاب میں سائنس کا مستقبل اندھیر کیوں ہے؟ ڈاکٹر عبدالسلام

اپنے دیس واپس کیوں نہ آ سکے؟ ان کا عظیم خواب...... سائنس کی ترقی کا خواب پنجاب کی زمین پہ کیوں نہ اتر سکا؟ وہ عالیشان ادارہ جوفزکس جیسی سائنس کی ترقی کے لئے ڈاکٹر عبدالسلام نے اٹلی میں قائم کیا، پنجاب میں کیوں نہ بن سکا؟ کس وجہ سے انہیں واپس جانا پڑا؟ کیا مذہب کی وجہ سے؟ یہ سوال نہیں، ایک بدصورت حقیقت ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام کو قادیانی ہونے کی وجہ سے فزکس کی ترقی کے لئے کام نہیں کرنے دیا گیا- نوبل پرائز جیتنے والا یہ سائنس دان اپنے انعام اور اعزاز لا کر اسی زمین پر سجا دینا چاہتا تھا- پوری دنیا سے اسے جو عزت اپنے علم کے لئے ملی تھی وہ اپنے وطن لے کر آنا چاہتا تھا- اسے معلوم تھا وہ اس حیثیت میں ہے کہ دنیائے سائنس کے خزانوں سے جتنی امداد اپنے وطن کے لئے مانگے گا وہ اسے ملے گی- اس کا خواب تھا کہ یہاں دنیا کی بڑی سائنس کی بنیاد استوار ہو جائے مگر افسوس! یہ سب کچھ ہونے نہیں دیا گیا- کس نے نہیں ہونے دیا؟ یہ سوچ جس نے پاکستان کے واحد نوبل انعام یافتہ کو سائنسی علم کی برکت اور شہرہ آفاق شہرت لے کر وطن لوٹنے نہیں دیا اس رویے سے کس قدر نقصان ہوا؟ علم کی دولت کو ٹھکرا کر اپنے وطن کو محروم کیا- ایک ایسی ہستی کا دل توڑا جس پر انسانیت کو فخر ہے- اس پر بھی ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنے انعام کی رقم سے پاکستانی طالبعلموں کی امداد کا سلسلہ جاری رکھا-

آج ان کا انتقال پردیس میں ہوا ہے- دیس میں آ کر رہنے اور کام کرنے کی تمنا کا انت ہو گیا آخر- وہ ہستی آج دنیا سے اٹھ گئی، جس کے لئے علم کی دنیا آنکھیں بچھاتی رہی، مگر اس نے یورپ کی شہریت نہیں لی اور تن تنہا فزکس کی سٹڈی کا بہت شاندار مرکز اٹلی میں قائم کیا- یہ سنٹر انٹرنیشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کہلاتا ہے- یہاں دنیا بھر سے فزکس میں اعلیٰ ریسرچ کے لئے سکالرز آتے ہیں اور سائنسی علم کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں- ڈاکٹر سلام کی زندگی کے دو بڑے مقاصد تھے- اول کائنات کی فزیکل اہمیت کو میتھ میٹیکل آلات کی مدد سے سمجھ لینا- دوسرے سائنس کی مدد سے پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنا- ان کی پہلی خواہش پوری ہوئی، لیکن دوسری تشنہ گام رہ گئی- آخر کیوں؟ دنیائے فزکس کا یہ عظیم ریسرچ سنٹر پاکستان میں کیوں نہ بننے دیا گیا؟ آج یہ سرچشمہ پچاس سے زیادہ پس ماندہ ممالک کو فیضان دے سکتا تھا-

کئی سال پہلے کی بات ہے، ایک وزیر اعظم نے گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک فنکشن میں لاہور سے نکلنے والے بڑے آدمیوں کے نام گنوائے- اس فہرست میں سب سے بڑے آدمی کا نام نہیں تھا- وزیر اعظم کو فزکس کے نوبل انعام یافتہ کا نام معلوم ہی نہیں تھا-

مگر اس طرح کے رویے سے ڈاکٹر عبدالسلام کے علم کی اہمیت کو فرق نہیں پڑتا- تاہم ان کے دل کو ضرور فرق پڑ گیا تھا- اپنی چالیس سالہ شاندار علمی کاوش کے نتیجے میں اس سائنسدان نے ۲۰ عالمی ایوارڈز حاصل کئے- ان میں کیمبرج کا وہ ایوارڈ بھی شامل ہے جو فزکس میں سب سے زیادہ کام کرنے والے کی حیثیت سے انہیں ۱۹۵۷ء میں ملا تھا- پاکستان سے تعلق اور تعلق خاطر رکھنے والے ڈاکٹر عبدالسلام کا کام دنیائے فزکس میں ایک انقلاب ہے کہ جو ہر آن آگے بڑھ رہا ہے- ان کی تحقیق نے حقیقتِ کائنات کے افق روشن کئے ہیں، اس لئے مہذب دنیا میں ان کی بے پناہ عزت و توقیر ہے، مگر خود ان کا دل آخر تک ایک جلاوطن کا دل تھا جو اہل وطن کی توجہ کے لئے پھڑکتا رہا-

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے، جب ان کی ریٹائرمنٹ کے اعزاز میں ایک جشن ہوا - اس سلسلے میں انٹرنشنل سنٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کا اعلیٰ درجے کا اجلاس بھی ہوا - یہ کوئی معمولی اجلاس نہیں تھا، دنیا کے عظیم سائنسدانوں اور دانشوروں کا اجتماع تھا کہ جس میں فزکس کے تین اور نوبل انعام یافتہ بھی شریک تھے - اس اعلیٰ سطحی اجتماع میں کائنات وحیات کے آغاز بگ بینگ کے وقت مادے کی حالت اور زمین کی گہرائیوں کے بعید اور سپر کنڈ کیٹویٹی کے متعلق حیرت انگیز انکشافات پر غور کیا گیا - یہ جشن سائنسی فتوحات کا جشن تھا - اصل میں ڈاکٹر سلام کی دریافتوں کا جشن تھا - عجب بات ہے کہ عین اسوقت جب فزکس کی دنیا کے چمکدار ستارے ایک کے بعد ایک ڈاکٹر سلام کو تعظیم پیش کر رہے تھے، وہ اپنے اندر ایک افسردہ دل لئے بیٹھے تھے - کس طرح سے؟ ذرا سنئے ''نیوز لائن'' نے کس طرح اس منظر کو بیان کیا؟

''اس شاندار جشن کی تقریبات کے اختتام پر ایک ناقابلِ فراموش منظر اس طرح سے بنا کہ وہ سب یعنی بین الاقوامی سائنس برادری کے معتبر انسان سینکڑوں کی تعداد میں منظم قطاریں باندھ کر ڈاکٹر عبدالسلام کو مبارکباد پیش کرنے کے لئے آگے بڑھے اور اپنی باری کے لئے صبر سے کھڑے ہو گئے - تب ایک پریشان حال سا نوجوان اپنی باری آنے پر عظیم سائنسدان کے آگے جھکا اور کہنے لگا' جناب! میں ایک پاکستانی طالبعلم ہوں......ہمیں آپ پر بڑا فخر ہے -'......ڈاکٹر عبدالسلام کے کندھے ہلے اور آنسوؤں کی دو دھاریں ان کے چہرے پر بہنے لگیں - ایک عام سے طالبعلم کی مبارکباد میں کیا بات تھی؟ مگر وہ خاص مبارکباد تھی - ساری دنیا کے ممتاز سائنسدانوں کے درمیان ایک ہم وطن کی آواز تھی - اس عظیم ہستی کے لئے وہی آواز اپنی تھی -''

لیکن ہم وطنوں نے کیا کیا؟ اپنے سپوت کو جو پردیس جا کر یکتائے روزگار بنا تھا، اسی کو نہ اپنایا اور ایک ناقابل تلافی نقصان اپنے مستقبل کا کیا - یہ کوئی ایک مثال نہیں - پاکستان میں ناقابل تلافی نقصان کا عمل مسلسل چل رہا ہے - فیض کے ساتھ کیا نہ کیا، جو نام اس دھرتی کا مان ہو سکتے تھے انہیں کو بیگانہ کیا - جو نام اس کی تاریخ کو سجانے والے تھے، انہیں کو مٹاتے رہے - ایک بری سیاست اور بے بس سوسائٹی نے بزدلی و بےضمیری کے ساتھ جھوٹ کی پیروی کی - غلط اور نااہل لوگوں کو اوپر اٹھایا - کرپشن میں لتھڑے ہوئے کرداروں کی پرورش کی اور بدمعاشی کو ترقی دی - اس کا نتیجہ ایک بگڑا ہوا بداخلاق معاشرہ، ایک دلگیریٹی سے بھرا ہوا کلچر، جہالت کا دور دورہ، ذہانت اور ہنرمندی کا زیاں پہلے سے زیادہ، شعور اور علم کا نور پیدا کرنے والے کتنے تھوڑے ہیں اور کس قدر بے مقام!

سوچنے کی بات یہ ہے، ڈاکٹر عبدالسلام نے علم کا جو خزانہ کمایا وہ کس کے کام آیا؟ ساری دنیا کو اس سے فیض ملا، مگر پاکستان کے مقدر میں تو محرومی کیوں؟ کون لکھتا ہے، ان محرومیوں کو؟ کون مجبور کرتا ہے ایک سائنسدان کو سقراط بن جانے پر؟ وہ بھی اس دور میں - آج بیسویں صدی کی آخری دہائی میں! ملک سائنس کی ترقی سے بری طرح بچھڑا ہوا ہے مگر فزکس کا نوبل انعام حاصل کرنے والا ''جلاوطن'' کر دیا گیا سوچنے کی بات ہے، غور کا مقام ہے!

پاکستان رائٹرز گلڈ ایوارڈ (Gild Award) کی تقریب

ایک معروف شاعر جناب عبدالکریم قدسی صاحب کے لئے ایوارڈ

(پاکستان رائٹرز گلڈ کا قیام ۳۱ جنوری ۱۹۵۹ء کو قدرت اللہ شہاب اور جمیل الدین عالی کی کوششوں سے عمل میں آیا- رائٹرز گلڈ کے پہلے سیکرٹری اشفاق احمد خاں پھر سید وقار عظیم، قتیل شفائی، ڈاکٹر وحید قریشی، میرزا ادیب، ڈاکٹر رشید انور، محمد طفیل، ارشد میر، جاوید طفیل اور حفیظ صدیقی بطور سیکرٹری گلڈ کام کرتے رہے- آج کل اقبال صلاح الدین اس کے سیکرٹری ہیں- ۲۵ سال قبل گلڈ کے پلیٹ فارم سے آدم جی انعام، نیشنل بنک انعام اور کئی دوسرے انعام دیئے جاتے تھے- پھر بوجوہ یہ سلسلہ ختم ہوگیا- اب دوبارہ انعامات کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے- جو فی الحال پنجاب کی سطح تک ہے)

سال ۲۰۰۱ء میں شائع شدہ پنجابی کتابوں پر ایوارڈ کی تقریب: جناب عبدالکریم قدسی کو ان کے شعری مجموعہ ''سردل'' پر اور جناب افضل احسن رندھاوا کو ان کے ناول ''پندھ'' پر انعام دیا گیا- انعام ایک خوبصورت شیلڈ، سرٹیفکیٹ اور ڈھائی ہزار روپے نقد پر مشتمل تھا (ان دونوں کتابوں کو مسعود کھدر پوش ایوارڈ بھی مل چکا ہے) اس سلسلہ میں ایک پُروقار تقریب مورخہ ۷/اگست ۲۰۰۳ء کو الحمرا ہال نمبر ۳ لاہور میں منعقد کی گئی جس کی صدارت صوبائی وزیر ثقافت وامور نوجواناں چوہدری شوکت علی بھٹی نے کی- تلاوت کے بعد تیمور افغانی نے عارفانہ کلام سنایا- اس کے بعد جاوید طفیل مدیر نقوش نے سپاسنامہ پیش کیا- انہوں نے بتایا پاکستان رائٹرز گلڈ نے ۲۵ سال کے تعطل کے بعد انعامات کا سلسلہ شروع کیا ہے- ان کے بعد شفقت تنویر مرزا، بیدار سرمدی اور بشیر احمد بھٹی نے حاضرین سے خطاب کیا- مقررین نے کہا کہ اہل قلم ہنگاموں سے دور رہنے والا پُرامن طبقہ ہوتا ہے اور ان کے لئے حکومت کی طرف سے مراعات ملنی چاہئیں-

وزیر ثقافت چوہدری شوکت علی بھٹی نے بھی دانشوروں کی فلاح و بہبود کے لئے مراعات دینے کا وعدہ کیا- تقریب کی خاص بات نامور شاعر اور کالم نگار اعزاز احمد آذر کی نظامت تھی- انہوں نے برمحل اشعار، واقعات اور دانشورانہ گفتگو سے حاضرین کو اپنی گرفت میں لئے رکھا-- عبدالکریم قدسی کو ایوارڈ کے لئے بلانے سے قبل انہوں نے ایک واقعہ سنایا کہ پنجاب اور پنجابی ادب کے مایہ ناز شاعر ڈاکٹر جگتار امریکہ میں اپنے شاگرد کے پاس گئے- اس نے ڈاکٹر صاحب سے فرمائش کی کہ مجھے پاکستان کے کسی ایسے پنجابی شاعر سے فون پر ملوایئے- جو بہت تیکھے اور کٹیلے شعر کہتا ہو- ڈاکٹر جگتار نے قدسی صاحب کا نمبر ملایا اور کہا کہ میرے شاگرد کلوندر سے بات کریں اور اسے کوئی اچھی سی غزل سنائیں- قدسی صاحب نے کلوندر سے کہا بھائی اس وقت پاکستان میں رات کے گیارہ بجے اور لوڈشیڈنگ ہے- اور مجھے کوئی مکمل غزل یاد نہیں- البتہ ایک تازہ شعر سُن لیں اور وہ شعر یہ تھا-

لُوں لُوں قرضے گروی پایا عزت مٹی ہو گئی   اکو سال دے اندر اندر داڑھی چٹی ہو گئی

(یعنی قرضے نے میرا بال بال گروی رکھ کر میری عزت خاک میں ملا دی ہے اور اس غم کی وجہ سے میری سیاہ داڑھی صرف ایک سال میں سفید ہوگئی ہے) کلوندر شعر سن کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے کہا کہ بس بس قدسی صاحب دیگ میں سے ایک دانہ دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے اور اگلے ہفتے اس نے ایک سو ڈالر کا چیک بطور نذرانہ قدسی صاحب کو بھجوایا- دونوں انعام یافتگان نے حاضرین اور رائٹرز گلڈ کی انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا- اس طرح یہ سادہ مگر پُروقار تقریب اپنے اختتام کو پہنچا- (رپورتاژ)

مجالس انصاراللہ کی مساعی

(۱) حلقہ ڈرگ کالونی کراچی کے انصاراللہ کا سائیکل سفر و پکنک کا پروگرام: حلقہ ڈرگ کالونی کراچی کے انصار نے ۱۴/ اگست ۲۰۰۳ء پکنک کا پروگرام ترتیب دیا۔ بعد نماز عصر گرین ٹاؤن سنٹر سے ائیر پورٹ تک کا سفر سائیکلوں پر کیا گیا۔ جس میں کل ۲۷/ انصار نے شرکت کی بہ ۱۴ انصار نے سائیکل جب کہ ۱۳۔ انصار نے اپنی اپنی ٹرانسپورٹ استعمال کی۔ دو اطفال بھی شریک تھے۔ مغرب کے وقت خاکسار نے احباب کی ریفریشمنٹ کا انتظام کیا مکرم ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب نے صحت قائم رکھنے کے لئے ہدایات دیں۔ خاکسار نے انصار کو سیر کی طرف توجہ دلائی اور بعد دعا یہ پروگرام اختتام کو پہنچا پکنک سائیکل سفر اختتام پذیر ہوا۔ (زعیم اعلیٰ)

(۲) مجلس انصاراللہ کریم نگر (فیصل آباد) کا دو روزہ تربیتی پروگرام: مورخہ ۱۳/ اگست بیت الحمد کریم نگر میں بعد نماز عشاء ہوا۔ تلاوت قرآن کریم، نظم اور عہد کے بعد محترم جاوید ناصر ساقی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ ضلع فیصل آباد نے افتتاحی خطاب کیا۔ آپ نے خلافت کی اہمیت اور اس سے وابستگی کے موضوع پر تقریر کی۔ افتتاح کے بعد مکرم رائے محمد اسلم صاحب منتظم تجنید نے انصاراللہ کی ذمہ داریاں اور مکرم وسیم احمد خاں صاحب مربی سلسلہ نے برکات خلافت کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد ''تقریری مقابلہ جات'' شروع ہوئے۔ تقریر کا موضوع سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ تقریری مقابلہ میں اول مکرم ماسٹر محمد اکرم صاحب دوم مکرم شیخ محمد لطیف صاحب اور سوم مکرم چوہدری عبدالصمد صاحب قرار پائے۔ اس اجلاس میں ۴۷۔ انصار، ۱۲۔ خدام اور ۲۶۔ اطفال شامل ہوئے۔

دوسرے روز مورخہ ۱۴/ اگست ۲۰۰۳ء باجماعت نماز تہجد سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ بعد نماز فجر احباب نے سیر کی اس کے بعد سائیکل سفر کا پروگرام رکھا گیا جس میں انصار نے ۱۶ کلومیٹر سفر کیا۔ گٹ والا پارک میں ۹ بجے صبح ورزشی مقابلے ہوئے جس میں ۱۰۰ میٹر دوڑ، کلائی پکڑنے کے مقابلہ جات شامل تھے۔ ۱۰۰ میٹر دوڑ کے مقابلہ میں مکرم چوہدری محمد اصغر علوی صاحب، مکرم چوہدری ذوالفقار احمد صاحب اور مکرم شیخ شکیل احمد صاحب نے بالترتیب اول دوم اور سوم پوزیشنیں حاصل کیں۔ سو میٹر کی دوڑ کے بعد لانگ جمپ کا مقابلہ ہوا جس میں ۸۔ اراکین نے حصہ لیا اوّل مکرم ماسٹر محمد اشرف صاحب دوم مکرم سید شبیر احمد ناصر صاحب اور سوم مکرم محمد اصغر علوی صاحب رہے۔ اور کلائی پکڑنے کے مقابلہ میں مکرم سید شبیر احمد ناصر صاحب اول اور مکرم چوہدری محمد اصغر علوی صاحب دوم قرار پائے۔

آخری اجلاس میں مکرم چوہدری احمد الدین صاحب سابق ناظم ضلع نے قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ کے موضوع پر تقریر کی جس کے بعد محترم مربی صاحب ضلع (صدر اجلاس) نے انصار کو نصائح کیں اور دعا کے ساتھ پروگرام ختم ہوا تقریباً یکصد افراد نے اجلاسات اور دیگر پروگراموں میں شرکت کی۔ (مرسلہ: حافظ محمد اکرم صاحب حفیظ زعیم اعلیٰ)

(۳) مجلس انصاراللہ ضلع لاہور کے سالانہ پروگرام: (الف)۔ علمی ریلی: مورخہ ۲۱ ستمبر ۲۰۰۳ء بعد

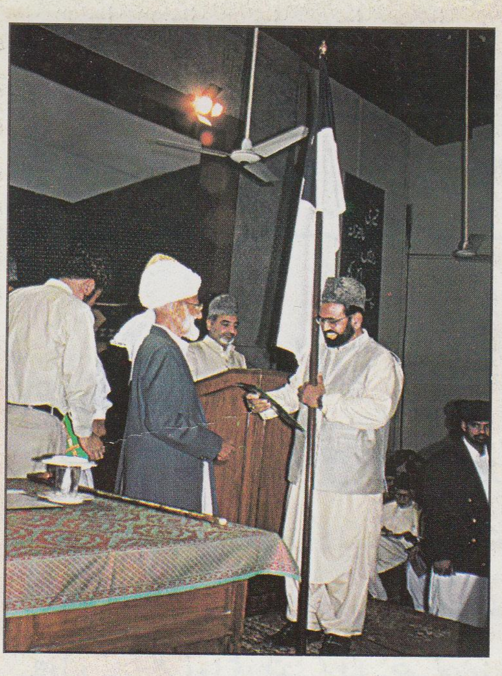
نماز مغرب دارالذکر لاہور میں طاہر بلاک بشمول مجالس دارالذکر، شالامار ٹاؤن، مغلپورہ اور سلطان پورہ کی علمی ریلی منعقد کی گئی جس میں ۸۰- انصار نے شمولیت کی اور درج ذیل علمی مقابلے کروائے گئے- (۱) تلاوت (۲) نظم (۳) تقریر (۴) تقریر فی البدیہہ- تلاوت قران کریم، عہد اور نظم کے بعد محترم طاہر احمد ملک صاحب ناظم علاقہ لاہور نے افتتاحی خطاب کیا- اور انصار کو اپنے ذاتی اور دنیوی کاموں پر دینی امور کو مقدم کرنے کی طرف توجہ دلائی- مقابلہ تلاوت میں مکرم محمد یعقوب صاحب سلطان پورہ، مکرم تبسم مقصود صاحب دارالذکر اور مکرم حافظ محمد عرفان صاحب سلطان پورہ بالترتیب اول، دوم، سوم قرار پائے- مقابلہ نظم میں مکرم تبسم مقصود صاحب دارالذکر، مکرم اکبر ہاشمی صاحب شالامار ٹاؤن اور مکرم عبداللطیف ڈار صاحب دارالذکر اول، دوم، سوم- مقابلہ تقریر میں مکرم نذیر احمد صاحب مغلپورہ، مکرم مسعود احمد باجوہ صاحب دارالذکر، مکرم لیاقت علی صاحب دارالذکر اول، دوم، سوم اور مقابلہ تقریر فی البدیہہ میں مکرم تبسم مقصود صاحب دارالذکر، مکرم نذیر احمد صاحب مغلپورہ اور مکرم کریم احمد خان صاحب شالامار ٹاؤن اول، دوم اور سوم قرار پائے-

مکرم چوہدری منیر مسعود صاحب نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور محترم آصف جاوید چیمہ صاحب مربی ضلع لاہور نے دعا کروائی اور دعوت طعام کے بعد یہ پروگرام ختم ہوا-

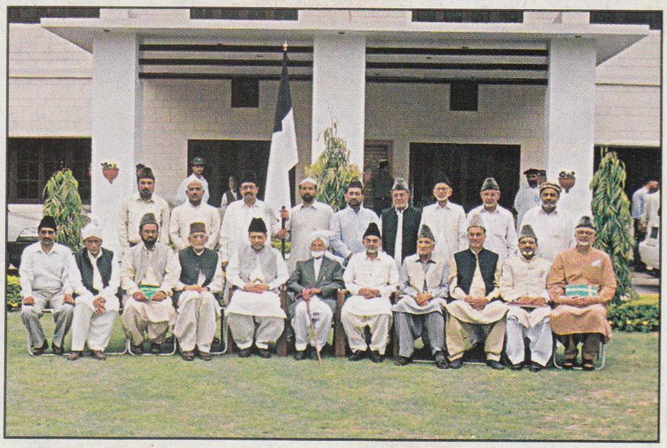
(ب) <u>میڈیکل کیمپ</u>: مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۳ء ریلوے گریفن ہال میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا جس میں ڈاکٹر رشید احمد صاحب ایم بی بی ایس نے اپنی خدمات پیش کیں ان کے ساتھ ایک ڈسپنسر بھی موجود تھے اس کیمپ کے انعقاد میں نائب ناظم ایثار مکرم ریاض بھٹی صاحب نے تمام انتظامات کئے- کیمپ کے دوران ۶۷ مریضوں کو چیک کر کے ادویات دی گئیں-

(ج) <u>پکنک اور سالانہ ورزشی مقابلہ جات</u>: مجالس انصار اللہ ضلع لاہور کی پکنک ریلوے گریفن ہال میں مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۳ء منعقد کی گئی- محترم محمد اسلم بھروانہ صاحب نے انتظامات کئے- مورخہ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۳ء محترم منیر مسعود صاحب ناظم ضلع لاہور نے گریفن ہال (پکنک پوائنٹ) میں ضلعی عاملہ کے ساتھ ایک میٹنگ رکھی تا کہ تمام انتظامات کا جائزہ لیا جاسکے- مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۳ء نو بجے صبح تک انصار کی ایک بڑی تعداد پہنچ گئی- محترم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب نے افتتاحی خطاب میں انصار بھائیوں کو نصائح فرمائیں جس کے بعد دعا ہوئی اور ورزشی مقابلہ جات بیڈمنٹن سنگل و ڈبل، کلائی پکڑنا، دوڑ ۱۰۰ میٹر، دوڑ ۲۰۰ میٹر، گولہ پھینکنا، رسہ کشی اور ٹیبل ٹینس کروائے گئے- انصار نے ان ورزشی مقابلہ جات میں بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ حصہ لیا- رسہ کشی کا فائنل مقابلہ محترم عبدالجلیل صادق صاحب قائد ذہانت وصحت جسمانی کی موجودگی میں کروایا گیا- اختتامی پروگرام قائد صاحب ذہانت وصحت جسمانی کی صدارت میں منعقد ہوا- تلاوت اور نظم کے بعد محترم ڈاکٹر انور احمد صاحب نے دانتوں کی حفاظت کے بارہ میں ہدایات دیں- بعدۂ ورزشی مقابلوں میں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے-

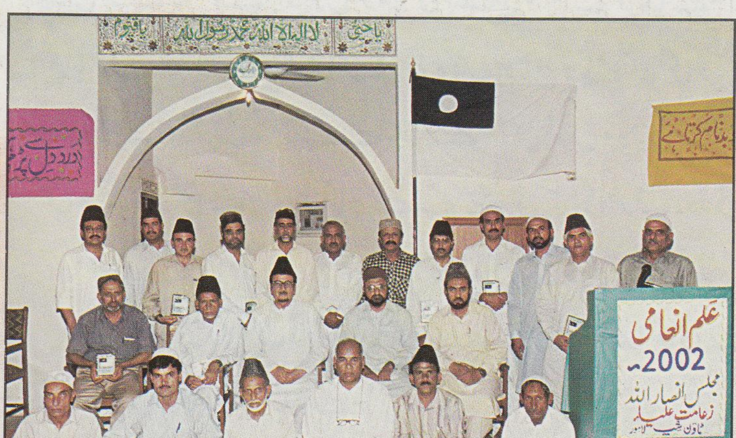
قائد صاحب ذہانت وصحت جسمانی نے سارے پروگرام کو بہت پسند فرمایا اور حاضری اور پروگرام کے متعلق خوشنودی کا اظہار کیا- نماز ظہر و عصر کے بعد احباب کو کھانا پیش کیا گیا اس پروگرام میں ۹۸ سائیکل سوار انصار اور ۳۷ نو مبائعین شامل ہوئے کل حاضری انصار ۶۲۳ رہی- سائیکل سوار انصار نے ۵۰ کلومیٹر کا سفر کیا- (کریم احمد خان نائب ناظم عمومی انصار اللہ ضلع لاہور)



محترم مرزا عبدالحق صاحب صدر مجلس مشاورت (منعقدہ ۲۱،۲۲،۲۳ مارچ ۲۰۰۳ء) محترم صوفی محمد اکرم صاحب زعیم اعلیٰ ٹاؤن شپ لاہور کو مجلس کی کارکردگی پہ علمِ انعامی دے رہے ہیں



(گروپ فوٹو مجلس مشاورت ۲۰۰۳ء کے موقع پر) علم انعامی پانے کے بعد مجلس ٹاؤن شپ لاہور کے عہدیداران محترم مرزا عبدالحق صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کے ساتھ



(گروپ فوٹو) مجلس انصاراللہ ٹاؤن شپ لاہور کے عہدیداران محترم چوہدری حمید نصراللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور دیگر عہدیداران (انصاراللہ) کے ساتھ

Monthly **ANSARULLAH** November 2003

Ph: 04524-212982

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR02

روزوں کا ایک روحانی فائدہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... روزوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''............روزوں کا ایک روحانی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان خدا تعالیٰ سے مشابہت اختیار کر لیتا ہے- خدا تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ نیند سے پاک ہے- انسان ایسا تو نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی نیند کو بالکل چھوڑ دے- مگر وہ اپنی نیند کے ایک حصہ کو روزوں میں خدا تعالیٰ کے لئے قربان ضرور کرتا ہے- سحری کھانے کے لئے اٹھتا ہے- تہجد پڑھتا ہے- عورتیں جو روزہ نہ بھی رکھیں وہ سحری کے انتظام کے لئے جاگتی ہیں- کچھ وقت دعاؤں میں اور کچھ نماز میں صرف کرنا پڑتا ہے اور اس طرح رات کا بہت کم حصہ سونے کے لئے باقی رہ جاتا ہے اور کام کرنے والوں کے لئے تو گرمی کے موسم میں دو تین گھنٹے ہی نیند کے لئے باقی رہ جاتے ہیں- اس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ سے ایک مشابہت پیدا ہو جاتی ہے- اسی طرح اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے- انسان کھانا پینا بالکل تو نہیں چھوڑ سکتا- مگر پھر بھی رمضان میں اللہ تعالیٰ سے وہ ایک قسم کی مشابہت ضرور پیدا کر لیتا ہے- پھر جس طرح اللہ تعالیٰ سے خیر ہی خیر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کو بھی روزوں میں خاص طور پر نیکیاں کرنے کا حکم ہے- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے- جو شخص غیبت چغلخوری اور بدگوئی وغیرہ بُری باتوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کا روزہ نہیں ہوتا- گویا مومن بھی کوشش کرتا ہے کہ اس سے خیر ہی خیر ظاہر ہو- اور وہ غیبت اور لڑائی جھگڑے سے بچتا رہے- اس طرح وہ اس حد تک خدا تعالیٰ سے مشابہت پیدا کر لیتا ہے جس حد تک ہو سکتی ہے- اور یہ ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی مثل کی طرف دوڑتی ہے- فارسی میں ضرب المثل ہے کہ

''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز''

پس روزہ کا ایک روحانی فائدہ یہ ہے کہ انسان کا خدا تعالیٰ سے اعلیٰ درجہ کا اتصال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا محافظ بن جاتا ہے-''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۳۷۸-۳۷۹)